مجلس انصار اللہ یوکے علمی تعلیمی تربیتی مجلہ

انصار الدین

مارچ ، اپریل ۲۰۱۴ء
امان ، شہادت ہجری شمسی ۱۳۹۳ء
جلد ۱۱، شمارہ ۲

Gift of Sight

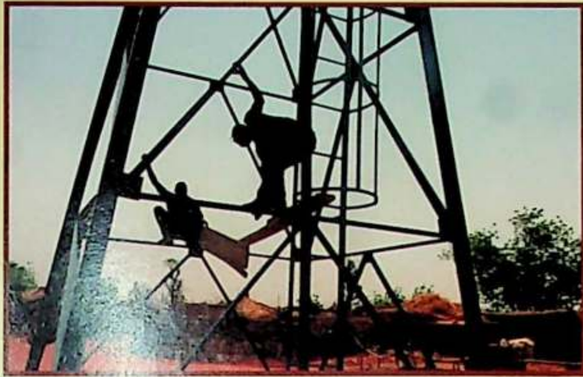






اللہ تعالیٰ کے فضل سے چیریٹی واک کے ذریعہ یوکے کے انصار کی طرف سے پچھلے تین سالوں میں برکینا فاسو (افریقہ) میں بینائی سے محروم 6ہزار ضرورت مندوں کی آنکھوں کے آپریشنز کے لئے 160000 پونڈز کا عطیہ پیش کیا گیا

Construction of Model village in Mali Africa

















﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد 11 نمبر 2   مارچ و اپریل 2014ء

فہرست مضامین

= درس القرآن 2
= حدیث النبی ﷺ 2
= کلام الامام 3
= فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ 3
= اصحاب احمدؑ کا انفاق فی سبیل اللہ (قسط دوم آخر) 4
= علم اور علماء (قسط دوم آخر) 10
= ابتلاؤں کے وقت دعاؤں کی کثرت 16
= انصار ڈائجسٹ
(کتاب ''میری پونجی'' پر تبصرہ......قسط دوم آخر) 21

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصاراللہ
چودھری وسیم احمد

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر: محمود احمد ملک

نائبین: حبیب الرّحمٰن غوری، صفدر حسین عباسی

مینیجر: محمود علی مرزا

ترسیل: فیاض احمد ملھی (انچارج)
میاں اخلاق احمد، رانا ظہور احمد، سعادت جان

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے زیر اہتمام

سالانہ چیریٹی واک

امسال مسجد بیت الفتوح مورڈن میں 8 جون 2014ء کو منعقد ہوگی۔ انشاء اللہ

انصار سے درخواست ہے کہ خود بھی اس واک میں شامل ہوں نیز زیادہ سے زیادہ رقوم چیریٹیز کے لئے اکٹھی کریں۔ جزاکم اللہ

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF   e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

درس القرآن

وَلَاتَزِرُوَازِرَةٌ وِّزْرَاُخْرٰی۔ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَایُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّلَوْکَانَ ذَاقُرْبٰی۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ۔ وَمَنْ تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِهٖ۔ وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ۔

(سورة الفاطر:19)

نماز کا حکم بھی ایک ایسا حکم ہے جو ایک بنیادی حکم ہے اور ایک ایسی بنیادی چیز ہے جس کے بغیر دین کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کریم میں اس کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے بلکہ قرآن مجید کی ابتداء میں سورۃ بقرہ میں ایمان بالغیب کے بعد جو دوسرا اہم حکم ہے وہ نماز کے قیام کا ہے۔ بلکہ اس سے پہلے سورۃ فاتحہ میں بھی اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہہ کر عبادت کی دعا مانگی گئی ہے کہ اے اللہ! ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ہمیشہ توفیق دیتا رہ کہ ہم تیری عبادت کرتے رہیں اور اس عہد پر قائم رہیں جو ایک مومن مسلمان کا ہے اور اس مقصد کو پورا کرنے والے بنیں جو ایک انسان کی پیدائش کا مقصد ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے بھی اس اہم حکم پر بہت زور دیا ہے۔ فرمایا'' نماز دین کا ستون ہے''۔ عمارتوں کی مضبوطی ستونوں سے ہی قائم ہوتی ہے۔ پس جن نمازوں کے ستونوں پر ہمارا دین قائم ہے اس کی حفاظت انتہائی اہم ہے ورنہ دین میں دراڑیں پڑنے کا خدشہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نمازوں کے بارے میں ارشادات بھی قرآن کریم اور احادیث کی وضاحت کرتے ہوئے اس وضاحت سے ہمارے سامنے آئے ہیں کہ جن کا پڑھنا اور سننا ہر احمدی کے لئے انتہائی اہم اور ضروری ہے۔ ان کو پڑھ کر ہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس انسان کامل کے شاگرد کامل کے علم کلام کی حسن وخوبی کیا ہے۔ نماز ایک ایسی چیز ہے، وہ ایسی بنیادی بات ہے جس پہ ہمیں کسی بھی قسم کی خوش فہمی کا اظہار نہیں کرنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہر احمدی، ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو احمدی کہلاتا ہے، سو فیصد اس بات پر قائم ہو کہ وہ نمازوں کے قیام کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ ایک اہم اور بنیادی رکن ہے جس پر ہر احمدی کو سو فیصد عمل کرنا چاہئے ورنہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ہمارے ایمان کی عمارتوں میں دراڑیں پڑ جائیں گی۔ کیونکہ خلافت کا وعدہ ان ایمان والوں کے ساتھ ہے جو نمازوں کے قیام کی طرف توجہ دینے والے ہیں۔ پس اگر حقیقی رنگ میں خلافت کے انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بننا ہے تاکہ اس انعام سے ہمیشہ فیض پاتے رہیں تو اپنی نمازوں کے قیام کی طرف خاص توجہ دینا ہر احمدی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ پس دوبارہ میں کہتا ہوں کہ ہر احمدی اپنے جائزے لے کہ کیا ہم اپنی نمازوں کی حفاظت اس کا حق ادا کرتے ہوئے کر رہے ہیں؟ کیا ہم نے اپنی نمازوں کے وہ معیار حاصل کر لئے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے مقابلے پر تم جس کو بھی کھڑا کرو گے کہ وہ تمہاری ضروریات پوری کردے، وہ پوری نہیں کرسکتا۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ 22 فروری 2008ء)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک روایت میں آتا ہے، یونس کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے اعمال میں سے قیامت کے دن سب سے پہلے جس بات کا محاسبہ کیا جائے گا وہ نماز ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب عزّ وجل فرشتوں سے فرمائے گا، حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے، کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھ کہ کیا اس نے اسے مکمل طور پر ادا کیا تھا یا نامکمل چھوڑ دیا؟ پس اگر اس کی نماز مکمل ہوگی تو اس کے نامۂ اعمال میں مکمل نماز لکھی جائے گی اور اگر اس نماز میں کچھ کمی رہ گئی ہوگی تو فرمائے گا کہ دیکھیں کیا میرے بندے نے کوئی نفلی عبادت کی ہوئی ہے؟ پس اگر اس نے کوئی نفلی عبادت کی ہوگی تو فرمائے گا کہ میرے بندے کی فرض نماز میں جو کمی رہ گئی تھی وہ اس کے نفل سے پوری کردو۔ پھر تمام اعمال کا اسی طرح مؤاخذہ کیا جائے گا۔

(سنن نسائی۔ کتاب الصلوہ باب المحاسبة علی الصلوة)

پس جب مرنے کے بعد سب سے پہلا امتحان جس میں سے ایک انسان کو گزرنا ہے وہ نماز ہے، تو کس قدر اس کی تیاری ہونی چاہئے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر مہربان بھی ہے۔ فرمایا کہ بندے کے نفل دیکھو اگر اس کے نفل ہیں تو اس کے فرضوں کے پلڑے میں ڈال دو تاکہ فرضوں کی کمی پوری ہوجائے۔ پس صرف نمازوں کی ادائیگی نہیں بلکہ انسان جو کہ کمزور واقع ہوا ہے اسے یہ دیکھنا اور سوچنا چاہئے کہ کسی وقت ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ میرے فرض صحیح حق کے ساتھ ادا نہ ہوئے ہوں تو کوشش کرکے نفل بھی ادا کرنے کی کوشش کرے۔ یہ ایک مومن کا اعلیٰ معیار ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے والا بنے۔ اپنے پیارے خدا کا جس کے بےشمار احسانات اور انعامات ہیں شکر ادا کرے۔

ہم احمدی مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر ہم ایک جماعت ہیں۔ ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ ہم ایک ہاتھ پر اٹھنے بیٹھنے کے نظارے دیکھتے ہیں۔ جب ہماری یہ صورت حال ہے تو جو سب سے زیادہ تنظیم پیدا کرنے والی چیز ہے اس کا ہمیں کس قدر خیال کرنا چاہئے۔ اور پھر صرف اس دنیا میں ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی ہم اس سے فائدہ اٹھا رہے ہوں گے۔ سب سے پہلے جو جائزہ ہوگا وہ نماز کے بارے میں ہوگا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ پس ایک احمدی مسلمان صرف اپنی فرض نمازوں کی حفاظت نہیں کرتا بلکہ نوافل بھی ادا کرتا ہے تاکہ کمزوریوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نظارے نظر آتے رہیں۔ اس کی رحمت کی نظر پڑتی رہے اور یہی غیب میں ڈرنا ہے۔ نوافل ادا کرتے ہوئے تو ایک انسان بالکل علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ یہ صورتحال ایک احمدی مسلمان کی ہونی چاہئے۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ 22 فروری 2008ء)

کلام الامام علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کی اہمیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

''نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں نماز معاف فرما دی جاوے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں''۔ آجکل کے بعض کاروباری بھی یہی بہانے کرتے ہیں۔ ''مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا'' کہ صاف ہیں کہ نہیں۔ ''اور نہ ہمیں فرصت ہوتی ہے''۔ دو بہانے ہیں، ایک کیونکہ جانور پالنے والے ہیں اس لئے پتہ نہیں کپڑے صاف بھی ہیں کہ نہیں اور نماز کے لئے حکم ہے کہ صاف کپڑے پہنو اور دوسرے کاروبار بھی ہے۔ دونوں صورتوں کی وجہ سے وقت نہیں ملتا۔ ''تو آپؑ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو جب نماز نہیں تو ہے ہی کیا؟ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اس کی عظمت اور اس کے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلّت اور فروتنی سے اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ اس سے اپنی حاجات کا مانگنا، یہی نماز ہے۔ ایک سائل کی طرح کبھی اس مسئول کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے''، یعنی جس سے مانگا جا رہا ہے، اس کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے۔ ''اس کی عظمت اور جلال کا اظہار کر کے اس کی رحمت کو جنبش دلانا پھر اس سے مانگنا، پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔ انسان ہر وقت محتاج ہے اس سے اس کی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اس کے فضل کا اسی سے خواستگار ہو کیونکہ اس کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اے خدا ہم کو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کر لیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت، اسی کا خوف، اسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے''۔

پھر فرماتے ہیں کہ: ''پھر جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے، اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا؟ وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا۔ یہ تو دین ہرگز نہیں۔ یہ سیرتِ کفار ہے بلکہ جو دم غافل وہ دم کافر والی بات بالکل راست اور صحیح ہے''۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 189-188 جدید ایڈیشن)

پس نماز مومن کے لئے ایک ایسی چیز ہے جس کا خیال رکھنا، اس میں باقاعدگی رکھنا، یہی وہ باتیں ہیں جو ایک مومن اور غیر مومن میں فرق کرنے والی ہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر عبادت نہیں تو جانور اور انسان میں کیا فرق ہوا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں غیر مومنوں کی برائیوں کا جہاں ذکر فرماتا ہے وہاں مومنوں کو ان کمزوریوں سے پاک اس لئے قرار دیتا ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ فرمایا اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ـ اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ دَآئِمُوْنَ (المعارج: 24-23) ہاں نماز پڑھنے والوں کا معاملہ الگ ہے۔ وہ لوگ جو اپنی نماز پر دوام اختیار کرنے والے ہیں۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ 22 فروری 2008ء)

فرمودات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

پس عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور گرنا اور اس میں استقامت دکھانا، ثابت قدم رہنا، یہ نہیں کہ کبھی نمازیں پڑھ لیں اور کبھی نہیں، اگر یہ دونوں چیزیں قائم رہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ پھر برائیوں پر ابھارنے والے جذبات ایک دن ختم ہو جائیں گے کیونکہ برائیوں کو مارنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا۔ لَا نَسْئَلُکَ رِزْقًا۔ نَحْنُ نَرْزُقُکَ۔ وَالْعَاقِبَۃُ لِلتَّقْوٰی (سورۃ طہٰ :133) اور اپنے گھر والوں کو نماز کی تلقین کرتا رہ اور اس پر ہمیشہ قائم رہ۔ ہم تجھ سے کسی قسم کا رزق طلب نہیں کرتے، ہم ہی تو تجھے رزق عطا کرتے ہیں اور نیک انجام تقویٰ ہی کا ہوتا ہے۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا اعلان، حکم، ہدایت کہ تم خود بھی نمازوں کی طرف توجہ کرو اور اپنے گھر والوں کو بھی توجہ دلاؤ۔ کیونکہ یہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے ہے۔ اس دنیا میں بھی اس کے پھل ہیں اور آخرت میں بھی متقی ہی ہے جو فلاح پانے والا ہوگا۔ اس دنیا میں بھی متقی ہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ ایسے ایسے ذرائع سے رزق دیتا ہے جہاں تک اس کا خیال بھی نہیں جاتا۔ پس اللہ تعالیٰ یہ نمازیں فرض کر کے تم پر کوئی ٹیکس نہیں لگا رہا بلکہ اپنے مقصد پیدائش کو پورا کرنے والے انسان کو انعامات سے نواز رہا ہے۔ انعامات کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ انسان دنیا میں بھی انعامات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر روحانی انعامات حاصل کرنے کے لئے کیوں نہیں۔ جب ایسا پیار کرنے والا خدا ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ انسان اس کی عبادت نہ کرے، اس کا شکرگزار نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کو کسی نے کہا کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے انعامات دینے کا اعلان کر دیا ہے پھر آپ اتنی لمبی لمبی نمازیں کیوں پڑھتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں خدا تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟۔ پس یہ اُسوہ ہے جس پر چل کر ہم اللہ تعالیٰ کے انعاموں کے حقیقی شکرگزار ہو سکتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ: ''نماز سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ہے کیونکہ اس میں حمد الٰہی ہے، استغفار ہے اور درود شریف۔ تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے۔ اور اس سے ہر قسم کے غم و ہم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اسی لئے فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد:29) اطمینان، سکینت قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں''۔

(الحکم جلد نمبر 7۔ مورخہ 31 مئی 1903ء صفحہ 9)

پس یہ ہیں وہ معیار جو ہم نے حاصل کرنے ہیں تا کہ ہم اپنی ذات میں وہ انقلاب برپا ہوتا دیکھیں جس میں صرف اور صرف خدائے واحد کی رضا نظر آتی ہو۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ 22 فروری 2008ء)

اصحابِ احمدؑ کا انفاق فی سبیل اللہ

(مرتبہ: سعد محمود باجوہ مربی سلسلہ)

(دوسری وآخری قسط)

اصحاب احمد کی مالی قربانیوں کے تذکرہ سے قبل ان کا مقام بیان فرمودہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پیش ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (الجمعة:3-4) اِس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ خداوہ خدا ہے جس نے ایسے وقت میں رسول بھیجا کہ لوگ علم اور حکمت سے بے بہرہ ہو چکے تھے اور علوم حکمیہ دینیہ جن سے تکمیل نفس ہو اور نفوس انسانیہ علمی اور عملی کمال کو پہنچیں بالکل گم ہو گئی تھی اور لوگ گمراہی میں مبتلا تھے۔ یعنی خدا اور اس کی صراطِ مستقیم سے بہت دُور جا پڑے تھے۔ تب ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے اپنا رسول اُمّی بھیجا اور اُس رسول نے اُن کے نفسوں کو پاک کیا اور علم الکتاب اور حکمت سے اُن کو مملو کیا۔ یعنی نشانوں اور معجزات سے مرتبہ یقین کامل تک پہنچایا اور خدا شناسی کے نُور سے اُن کے دلوں کو روشن کیا۔ اور پھر فرمایا کہ ایک گروہ اَور ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ وہ بھی اوّل تاریکی اور گمراہی میں ہوں گے اور علم اور حکمت اور یقین سے دُور ہوں گے تب خدا اُن کو بھی صحابہؓ کے رنگ میں لائے گا۔ یعنی جو کچھ صحابہؓ نے دیکھا وہ اُن کو بھی دکھایا جائے گا۔ یہاں تک کہ اُن کا صدق اور یقین بھی صحابہؓ کے صدق اور یقین کی مانند ہو جائے گا...... وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة:4) اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ کمال ضلالت کے بعد ہدایت اور حکمت پانے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور برکات کو مشاہدہ کرنے والے صرف دو ہی گروہ ہیں اوّل صحابۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے سخت تاریکی میں مبتلا تھے اور پھر بعد اِس کے خدا تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے زمانہ نبوی پایا اور معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پیشگوئیوں کا مشاہدہ کیا اور یقین نے اُن میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کی کہ گویا صرف ایک رُوح رہ گئے۔ دوسرا گروہ جو بموجب آیت موصوفہ بالا صحابہؓ کی مانند ہیں مسیح موعود کا گروہ ہے۔ کیونکہ یہ گروہ بھی صحابہ کی مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھنے والا ہے اور تاریکی اور ضلالت کے بعد ہدایت پانے والا۔ اور آیت اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ میں جو اس گروہ کو مِنْهُمْ کی دولت سے یعنی صحابہؓ سے مشابہ ہونے کی نعمت سے حصّہ دیا گیا ہے یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھے اور پیشگوئیاں مشاہدہ کیں ایسا ہی وہ بھی مشاہدہ کریں گے اور درمیانی زمانہ کو اس نعمت سے کامل طور پر حصّہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ آج کل ایسا ہی ہوا...... اِس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے کئی وجوہ سے اِس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے۔ وہ معجزات اور نشانوں کو دیکھتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نور اور یقین پاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے پایا۔ وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اُٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے اٹھایا۔ وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے حاصل کی۔ بہتیرے ان میں سے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں جن کو سچی خوابیں آتی ہیں اور الہام الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔ اُن میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے کہ جو موت کو یاد رکھتے اور دلوں کے نرم اور سچی تقویٰ پر قدم مار رہے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت تھی۔ وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن اُن کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے اور آسمانی نشانوں سے اُن کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ جیسا کہ صحابہؓ کو کھینچتا تھا۔ غرض اس جماعت میں وہ ساری علامتیں پائی جاتی ہیں جو اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کے لفظ سے مفہوم ہو رہی ہیں۔ اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ ایک دن پورا ہوتا''۔ (ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 307-304)

اپنے اصحاب کی دینی خدمت کے حوالہ سے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

'' وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة:4) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں۔ اور ایمان کی حالت میں اس کی صحبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم اور تربیت پاویں۔ پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا اِس لئے اُس کے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے''۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 502)

ان ارشادات کے بعد ہم ان کی سچائی کے چند نظارے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ہی تحریرات میں دیکھتے ہیں۔

حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیرویؓ

آپؓ نے ابوبکری صفت سے رنگین ہو کر امام الزمان کی خدمت کی جس کا تذکرہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت تعریف کے ساتھ متعدد مقامات پر فرمایا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''حِبّی فی اللہ مولوی حکیم نور دین صاحب بھیروی۔ مولوی صاحب ممدوح کا حال کسی قدر رسالہ فتح اسلام میں لکھ آیا ہوں۔ لیکن ان کی تازہ ہمدردیوں نے پھر مجھے اس وقت ذکر کرنے کا موقعہ دیا۔ اُن کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر سکوں۔ میں نے انکو طبعی

طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا۔ اگرچہ ان کی روز مرہ زندگی اسی راہ میں وقف ہے کہ وہ ہر یک پہلو سے اسلام اور مسلمانوں کے سچے خادم ہیں مگر اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اوّل درجہ کے نکلے۔ مولوی صاحب موصوف اگرچہ اپنی فیاضی کی وجہ سے اس مصرعہ کے مصداق ہیں کہ قرار در کفِ آزادگاں نگیرد مال لیکن پھر بھی انہوں نے بارہ سو روپیہ نقد متفرق حاجتوں کے وقت اس سلسلہ کی تائید میں دیا۔ اور اب بیس روپے ماہواری دینا اپنے نفس پر واجب کر دیا اور ان کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہیں جو طرح طرح کے رنگوں میں ان کا سلسلہ جاری ہے۔ میں یقیناً دیکھتا ہوں کہ جب تک وہ نسبت پیدا نہ ہو جو محبّ کو اپنے محبوب سے ہوتی ہے تب تک ایسا انشراح صدر کسی میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ اُن کو خدا تعالیٰ نے اپنے قوی ہاتھ سے اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور طاقتِ بالا نے خارق عادت اثر اُن پر کیا ہے''۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 520)

'ازالہ اوہام' کی اشاعت میں آپؓ کی معاونت کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ طبع کتاب ازالہ اوہام میں معمول سے زیادہ مصارف ہو گئے ہیں اور مالک مطبع اور کاتب کا حساب بے باق کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے لہٰذا بخدمت جمیع مخلص دوستوں کے التماس ہے کہ حتی الوسع اس کتاب کی خریداری سے بہت جلد مدد دیں۔ جو صاحب چند نسخے خرید سکتے ہیں وہ بجائے ایک کے اس قدر نسخے خرید لیں جس قدر انکو خریدنے کی خداداد مقدرت حاصل ہے اور اس جگہ اخویم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب معالج ریاست جموں کی نئی امداد جو انہوں نے کئی نوٹ اس وقت بھیجے قابل اظہار ہے خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر بخشے''۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 623)

رسالہ 'نشانِ آسمانی' کی طباعت کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو خطوط لکھے جن میں سے چند خطوط کے جوابات کا خلاصہ آپ علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے۔ آپؓ کے اس خط جواب اور اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا خراجِ تحسین درج ذیل ہے:

''خلاصۂ خط اخویم حضرت مولوی حکیم نوردین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ معالج ریاست جموں

نحمده و نصلّى علىٰ رسوله الكريم مع التسليم امابعد ایک خاکسار بالکل نابکار اور خاکساری کے ساتھ نہایت ہی شرمسار بحضور حضرت مسیح الزمان عرض پرداز۔ اس خادم با اخلاص اور دلی مرید کا جو کچھ ہے بتمامہ آپ ہی کا ہے۔ زن و فرزند و روپیہ۔ آبرو و جان۔ میری یہی سعادت ہے کہ تمام خرچ میرا ہو پھر جس قدر حضور پسند فرمائیں۔ برادرم فصیح بھی اس وقت موجود ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر میرے مطبع پنجاب پریس سیالکوٹ میں حضور رسالہ کو طبع فرماویں تو چہارم حصہ قیمت کا منافع رہے گا۔

مولوی حکیم نوردین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفت ایثار اور للّٰہ شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی اسلام میں عجیب شان رکھتے ہیں۔ کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا۔ مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا اُن میں جن کے دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے مولوی صاحب موصوف اب تک تین ہزار روپیہ کے قریب للّٰہ اس عاجز کو دے چکے ہیں اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں۔ اگرچہ یہ طریق دنیا اور معاشرت کے اصولوں کے مخالف ہے مگر جو شخص خدائے تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر اور دین اسلام کو ایک سچا اور منجانب اللہ دین سمجھ کر اور بااین ہمہ اپنے زمانہ کے امام کو بھی شناخت کر کے اللہ جلّشانہٗ اور رسول اللہ صلعم اور قرآن کریم کی محبت اور عشق میں فانی ہو کر محض اعلاء کلمہ اسلام کیلئے اپنے مال حلال اور طیّب کو اس راہ میں فدا کرتا ہے اس کا جو عنداللہ قدر ہے وہ ظاہر ہے اللہ جلّشانہٗ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ (اٰلِ عمران۔93)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

خدا تعالیٰ اس خصلت اور ہمت کے آدمی اس امت میں زیادہ سے زیادہ کرے۔ آمین ثم آمین۔

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زامت نور دین بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقین بُودے

(نشان آسمانی۔ روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 410)

مہمان خانہ کے متعلق آپؓ کی مالی خدمات کا تذکرہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں فرمایا:

''مہمانداری کا سلسلہ ایسا ترقی پر ہے کہ ایک برس سے یہ حالت ہو رہی ہے کہ کبھی تیس تیس چالیس چالیس اور کبھی سو تک مہمانوں کی موجودہ میزان کی ہر روزہ نوبت پہنچ جاتی ہے جن میں اکثر ایسے غربا فقرا دُور دراز ملکوں کے ہوتے ہیں جو جاتے وقت ان کو زادِراہ دیکر رخصت کرنا پڑتا ہے برابر یہ سلسلہ ہر روز لگا ہوا ہے اور اس کے اہتمام میں مکری مولوی حکیم نورالدین صاحب بدل و جان کوشش کر رہے ہیں اکثر دور کے مسافروں کو اپنے پاس سے زادِراہ دیتے ہیں چنانچہ بعض کو قریب تیس تیس یا چالیس چالیس روپیہ کے دینے کا اتفاق ہوا ہے اور دو دو چار چار تو معمول ہے اور نہ صرف یہی اخراجات بلکہ مہمانداری کے اخراجات کے متعلق قریب تین چار سو روپیہ کے انہوں نے اپنی ذاتی جوانمردی اور کریم النفسی سے علاوہ امدادات سابقہ کے ان ایام میں دیئے ہیں اور نیز طبع کتب کے اکثر اخراجات انہوں نے اپنے ذمہ کر لئے کیونکہ کتابوں کے طبع کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے گو بوجہ ایسے لابدی مصارف کے اپنے مطبع کا اب تک انتظام نہیں ہو سکا لیکن مولوی صاحب موصوف ان خدمات میں بدل و جان مصروف ہیں''۔

(شہادۃ القرآن۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 399)

'عربی زبان امّ الالسنہ' کے کام میں آپؓ کی معاونت اور امداد کا تذکرہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں فرمایا:

''اور ہم اس جگہ اپنے اُن دوستوں کا شکر ادا کرنے سے رہ نہیں سکتے جنہوں نے ہمارے اس کام میں زبانوں کا اشتراک ثابت کرنے کے لئے مدد دی ہے ہم

نہایت خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے مخلص دوستوں نے اشتراک السنہ ثابت کرنے کے لئے وہ جان فشانی کی ہے جو یقیناً اُس وقت تک اس صفحۂ دنیا میں یادگار رہے گی جب تک کہ یہ دنیا آباد رہے۔ ان مردانِ خدا نے بڑی بہادری سے اپنے عزیز وقتوں کو ہمیں دیا ہے اور دن رات بڑی محنت اور عرق ریزی اٹھا کر اس عظیم الشان کام کو انجام دے دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کو جناب الٰہی میں بڑا ہی ثواب ہوگا کیونکہ وہ ایک ایسے جنگ میں شریک ہوئے جس میں عنقریب اسلام کی طرف سے فتح کے نقارے بجیں گے۔ پس ہر ایک ان میں سے الٰہی تمغہ پانے کا مستحق ہے۔ میں اس کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا کہ وہ کیونکر ہر یک جلسہ میں اشتراک نکالنے کے لئے اندر ہی اندر صد ہا کوس نکل جاتے تھے اور پھر کیوں کر کامیابی کے ساتھ واپس آ کر کسی لفظ مشترک کا تحفہ پیش کرتے تھے یہاں تک کہ اسی طرح دنیا کی زبانیں ہمارے پاس جمع ہوگئیں میں کبھی اس کو فراموش نہیں کروں گا کہ اس عظیم الشان کام میں ہمارے مخلص دوستوں نے وہ مدد دی جو میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ سے میں اس کا اندازہ بیان کر سکوں اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ یہ ان کی محنتیں قبول فرماوے۔ اور ان کو اپنے لئے قبول کر لیوے اور گندی زیست سے ہمیشہ دور اور محفوظ رکھے اور اپنا اُنس اور شوق بخشے اور اُن کے ساتھ ہو۔ آمین ثم آمین...... اور خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کس کی کوششیں اس کام میں زیادہ ہیں اور وہ کسی مخلص کی محنت کو ضائع نہیں کرے گا۔ مگر جہاں تک ہمارا علم اور رویت ہمیں جتلاتا ہے وہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ کوشش اخویم حکیم مولوی نور دین صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کی ہے۔ جو تمام تعلقات چھوڑ کر کئی مہینوں سے اس کام کے لئے میرے پاس موجود ہیں اور حضرت مولوی نور دین صاحب نے نہ صرف اتنی ہی مدد دی۔ بلکہ اس کام کے لئے عمدہ عمدہ کتابیں انگریزی اپنی قیمت سے خرید کر منگوادیں اور اسی مطلب کے لئے قیمتی کتابوں کا ذخیرہ اکٹھا کیا۔ جزاھم اللّٰہ خیرا۔ واللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین۔ امین۔

(منن الرحمٰن۔ روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 144-143)

حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیرویؓ:

آپؓ کی مالی خدمت کا تذکرہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں فرمایا:

حبّی فی اللّٰہ حکیم فضل دین صاحب بھیروی۔ حکیم صاحب اخویم مولوی حکیم نور دین صاحب کے دوستوں میں سے اور ان کے رنگ اخلاق سے رنگین اور بہت بااخلاص آدمی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اُن کو اللہ اور رسول سے سچی محبت ہے اور اسی وجہ سے وہ اس عاجز کو خادم دین دیکھ کر حبّ لِلّٰہ کی شرط کو بجالا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دین اسلام کی حقانیت کے پھیلانے میں اُسی عشق کا وافر حصہ ملا ہے جو تقسیم ازلی سے میرے پیارے بھائی مولوی حکیم نور دین صاحب کو دیا گیا ہے۔ وہ اس سلسلہ کے دینی اخراجات کو بنظر غور دیکھ کر ہمیشہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ چندہ کی صورت پر کوئی اُن کا احسن انتظام ہو جائے۔ چنانچہ رسالہ فتح اسلام میں جس میں مصارف دینیہ کی پنج شاخوں کا بیان ہے اُنہیں کی تحریک اور مشورہ سے لکھا گیا تھا۔ انکی فراست نہایت صحیح ہے وہ بات کی تہ تک پہنچتے ہیں اور اُن کا خیال ظنونِ فاسدہ سے مصفّٰی اور مزکّی ہے۔ رسالہ ازالہ اوہام کے طبع کے ایام میں دوسو روپیہ ان کی طرف سے پہنچا اور اُن کے گھر کے آدمی بھی اُن کے اس اخلاص سے متاثر ہیں اور وہ بھی اپنے کئی زیورات اس راہ میں محض لِلّٰہ خرچ کر چکے ہیں۔ حکیم صاحب موصوف نے باوجود اِن سب خدمات کے جواُن کی طرف سے ہوتی رہتی ہیں خاص طور پر پنج روپے ماہواری اس سلسلہ کی تائید میں دینا مقرر کیا ہے۔ جزاھم اللّٰہ خیر الجزاء واحسن الیھم فی الدنیا و العقبٰی۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 523-522)

آپ علیہ السلام اسی ضمن میں مزید فرماتے ہیں:

''اخویم مکرم حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے علاوہ اس تین سو روپے کے جو پہلے بھیجا تھا اب ایک سو روپیہ اَور بھیج دیا نہایت خوشی کی بات ہے کہ حکیم فضل دین صاحب اپنے مخدوم مولوی حکیم نورالدین صاحب کے رنگ میں ایسے رنگین ہوگئے ہیں کہ نہایت اولوالعزمی سے ایثار کے طور پر اُن سے اعلیٰ درجہ کے اعمال صالحہ صادر ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ سو روپیہ بعض زیورات کے فروخت سے محض ابتغاءً لمرضات اللّٰہ بھیجا ہے۔ جزاھم اللّٰہ خیرا لجزاء''۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 623)

رسالہ 'نشانِ آسمانی' کی طباعت کے متعلق آپؓ کی اعانت کا ذکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس طریق پر فرمایا:

''خلاصۂ خط اخویم حکیم فضل دین صاحب بھیروی سلمہ اللہ تعالیٰ

سات سو جلد رسالہ نشان آسمانی نابکار کے خرچ سے چھپوایا جائے اور فروخت کیا جائے اور اس کی قیمت حضور اپنی مرضی سے جہاں چاہیں خرچ فرمائیں بیس روپیہ معہ بقیہ چندہ دو روپیہ محمد صاحب عرب ابھی ارسال خدمت ہیں اور مابعد میں عنقریب ایک سو روپیہ یا اس سے دس بیس روپیہ زائد بھیجتا ہوں یا جلد تر خود لے کر باریاب خدمت ہوں گا ورنہ منی آرڈر بھیج دوں گا۔ (ایک سو روپیہ پہنچ گیا)۔

حکیم صاحب موصوف پہلے بھی تخمیناً سات سو روپیہ امداد کے طور پر دے چکے ہیں''۔ (نشان آسمانی۔ روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 410-409)

آپؓ کی مالی امداد کی تعریف ایک مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح فرمائی:

''حکیم صاحب مال اور جان سے اس راہ میں ایسے مصروف ہیں کہ گویا محو ہیں''۔ (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313۔ حاشیہ)

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ رئیس کوٹلہ مالیر:

رسالہ 'نشانِ آسمانی' کی طباعت کے متعلق آپؓ کی اعانت کا ذکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس طریق پر فرمایا:

''خلاصۂ خط اخویم نواب محمد علی خان رئیس کوٹلہ مالیر سلمہ اللہ تعالیٰ

جناب کا عنایت نامہ پہنچا۔ بندہ رسالہ نشان آسمانی کی دو سو جلد فی الحال خرید کرے گا۔ راقم محمد علی خان

نواب صاحب موصوف ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ پانچسو روپیہ کی کتابیں اس عاجز کی خرید کر کے محض لِلّٰہ تقسیم کر چکے ہیں''۔

(نشان آسمانی۔ روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 409)

اپنے تین محبان کی مالی اعانت کا خصوصی ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں ''پُرجوش مردانِ دین'' کے لقب سے سرفراز کرتے ہوئے ان الفاظ میں فرمایا:

''پُرجوش مردانِ دین سے مراد اس جگہ اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی ہیں جنہوں نے گویا اپنا تمام مال اسی راہ میں لٹا دیا ہے۔ اور بعد ان کے میرے دلی دوست حکیم فضل الدین صاحب اور نواب محمد علی خانصاحب کوٹلہ

مالیر اور درجہ بدرجہ تمام وہ مخلص دوست ہیں جو اس راہ میں فدا ہو رہے ہیں۔ منہ''۔
(برکات الدعاء۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 35۔ حاشیہ)

ذیل میں بعض اصحاب احمد کے اسماء اور ان کے حوالہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پیش ہیں:

مولوی سید تفضل حسین صاحبؓ تحصیلدار علی گڑھ:

''حبّی فی اللہ مولوی محمد تفضّل حسین صاحب مولوی صاحب ممدوح میرے ساتھ سچے دل سے اخلاص و محبت رکھتے ہیں میں نے اُن کے دل کی طرف توجہ کی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ درحقیقت نیک فطرت آدمی اور سعیدوں میں سے ہیں اور قابل ترقی مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں ...... یہ عاجز جب علی گڑھ میں گیا تھا تو درحقیقت مولوی صاحب ہی میرے جانے کے باعث ہوئے تھے اور اس قدر انہوں نے خدمت کی کہ میں اس کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اس سلسلہ کے چندہ میں بھی انہوں نے دو روپیہ ماہواری مقرر کر رکھے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف اگرچہ تحصیلداری کے عہدہ پر ہیں مگر ایک بھاری بوجھ عیال کا ان کے سر پر ہے اور وہ دور و نزدیک کے خویشوں اور اقارب بلکہ دوستوں کی بھی اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور بڑے مہمان نواز ہیں اور درویشوں اور فقیروں اور غریبوں سے بالطبع اُنس رکھتے ہیں اور سادہ طبع اور صاف باطن اور خیر اندیش آدمی ہیں۔ بااین ہمہ ہمدردی اسلام کا جوش پورے طور پر اُن میں پایا جاتا ہے جزاھم اللّٰہ خیرًا''۔
(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 543)

ایک اور مقام پر آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''مولوی صاحب موصوف چندہ امدادی دیتے ہیں اور امداد کے طور پر اپنی تنخواہ میں سے رقم کثیر دے چکے ہیں''۔ (نشانِ آسمانی۔ روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 409)

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحبؓ:

''میاں عبداللہ نہایت عمدہ آدمی اور میرے منتخب محبوں میں سے ہے اور باوجود تھوڑے سے گزارہ ملازمت پٹوار کے ہمیشہ حسب مقدرت اپنی خدمت مالی میں بھی حاضر ہے اور اب بھی بارہ روپیہ سالانہ چندہ کے طور پر مقرر کر دیا ہے۔ بہت بڑا موجب میاں عبداللہ کے زیادت خلوص و محبت و اعتقاد کا یہ ہے کہ وہ اپنا خرچ بھی کر کے ایک عرصہ تک میری صحبت میں آکر رہتا رہا اور کچھ آیات ربانی دیکھتا رہا۔ سو اس تقریب سے روحانی امور میں ترقی پا گیا۔ کیا اچھا ہو کہ میرے دوسرے مخلص بھی اس عادت کی پیروی کریں۔'' (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 531)

حضرت مولوی حکیم غلام احمد صاحبؓ انجینئر ریاست جموں:

''مولوی صاحب موصوف نہایت سادہ وضع یک رنگ صاف باطن دوست ہیں اور عطر محبت اور اخلاص سے اُن کا دل معطّر ہے۔ دینی امدادات میں پورے پورے صدق سے حاضر ہیں۔ مولوی صاحب اکثر علوم و فنون میں کامل لیاقت رکھتے ہیں اور اُن کے چہرے پر استقامت و شجاعت کے انوار پائے جاتے ہیں اس سلسلہ کے چندہ میں دو روپیہ ماہواری انہوں نے اپنی مرضی سے مقرر کیا ہے۔ جزاھم اللّٰہ خیر الجزاء''۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 532-531)

سید عبدالہادی صاحبؓ اوورسیئر:

''یہ سیّد صاحب انکسار اور ایمان اور حُسن ظن اور ایثار اور سخاوت کی صفت میں حصہ وافر رکھتے ہیں۔ وفادار اور متانت شعار ہیں۔ ابتلا کے وقت استقامت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ وعدہ اور عہد میں پختہ ہیں۔ حیا کی قابل تعریف صفت اُن پر غالب ہے۔ اس عاجز کے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے سے پہلے بھی وہی ادب ملحوظ رکھتے تھے جو اَب ہے۔ اللہ جلّشانہٗ کا اُن پر یہ خاص احسان ہے کہ وہ نیک کاموں کے کرنے کے لئے منجانب اللہ توفیق پاتے ہیں۔ ان کی طبیعت فقر کے مناسب حال ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ کے لئے دو روپے ماہواری چندہ مقرر کیا ہے۔ مگر اس چندہ پر کچھ موقوف نہیں وہ بڑی سرگرمی سے خدمت کرتے رہتے ہیں اور اُن کی مالی خدمات کی اس جگہ تصریح مناسب نہیں۔ کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ ان کی مالی خدمات کے اظہار سے ان کو رنج ہوگا۔ وجہ یہ کہ وہ اس سے بہت پرہیز کرتے ہیں کہ اُن کے اعمال میں کوئی شعبہ ریا کا دخل کرے اور ان کو یہ وہم ہے کہ اجر کسی عمل کا اس کے اظہار سے ضائع ہو جاتا ہے''۔
(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 533)

حضرت منشی رستم علی صاحبؓ ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے:

''یہ ایک جوان صالح اخلاص سے بھرا ہوا میرے اول درجہ کے دوستوں سے ہے۔ اُن کے چہرے پر ہی علامات غربت و بےنفسی و اخلاص ظاہر ہیں۔ کسی ابتلاء کے وقت میں نے اس دوست کو متزلزل نہیں پایا۔ اور جس روز سے ارادت کے ساتھ انہوں نے میری طرف رجوع کیا اس ارادت میں قبض اور افسردگی نہیں بلکہ روز افزوں ہے۔ وہ دو روپیہ چندہ اس سلسلہ کے لئے دیتے ہیں۔ جزاھم اللّٰہ خیر الجزاء''۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 536)

ایک اور موقع پر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''بعض میرے مخلص دوستوں نے مباہلہ کے بعد اُس درویش خانہ کے کثرت مصارف کو دیکھ کر اپنی تھوڑی تھوڑی تنخواہوں میں سے اس کے لئے حصہ مقرر کر دیا ہے۔ چنانچہ میرے مخلص دوست منشی رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر گورداسپورہ تنخواہ میں سے تیسرا حصہ یعنی بیس روپیہ ماہوار دیتے ہیں''۔
(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313۔ حاشیہ)

حضرت میاں عبدالحق صاحبؓ:

''یہ ایک اول درجہ کا مخلص اور سچا ہمدرد اور محض لِلّٰہ محبت رکھنے والا دوست اور غریب مزاج ہے۔ دین کو ابتداء سے غریبوں سے مناسبت ہے کیونکہ غریب لوگ تکبّر نہیں کرتے اور پوری تواضع کے ساتھ حق کو قبول کرتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دولت مندوں میں ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ اس سعادت کا عشر بھی حاصل کر سکیں جس کو غریب لوگ کامل طور پر حاصل کر لیتے ہیں۔ فطوبیٰ للغرباء۔ میاں عبدالحق باوجود اپنے افلاس اور کمی مقدرت کے ایک عاشق صادق کی طرح محض لِلّٰہ خدمت کرتا رہتا ہے اور اس کی یہ خدمات اس آیت کا مصداق اس کو ٹھہرا رہی ہیں۔ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَ لَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ۔ (الحشر: 10)''۔
(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 537)

حضرت عبدالحکیم خان صاحبؓ:

''عبدالحکیم خاں جوان صالح ہے۔ علامات رشد و سعادت اُس کے چہرہ سے نمایاں ہیں۔ زیرک اور فہیم آدمی ہے۔ انگریزی زبان میں عمدہ مہارت رکھتے ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کئی خدمات اسلام اُن کے ہاتھ سے پوری کرے۔ وہ باوجود زمانہ طالب علمی اور تفرقہ کی حالت کے ایک روپیہ ماہواری بطور چندہ اس سلسلہ کے لئے دیتے ہیں''۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 537)

حضرت بابو کرم الٰہی صاحبؓ ریکارڈ کلرک راجپورہ ریاست پٹیالہ:

''بابو صاحب متانت شعار مخلص آدمی ہیں وہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ...... میری تنخواہ بہت کم ہے۔ مگر تاہم کم سے کم ایک روپیہ ماہواری آپ کے سلسلہ کی امداد کے لئے بھیجا کرونگا۔ کیونکہ تھوڑی خدمت میں بھی شریک ہوجانا بکلی محروم رہنے سے بہتر ہے۔ فقط۔ سو بابو صاحب نہایت اخلاص اور محبت سے ایک روپیہ ماہواری بھیجتے رہتے ہیں۔ جزاھم اللّٰہ خیر الجزاء''۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 538)

حضرت مولوی عبد القادر صاحب جمالپوریؓ:

''مولوی عبد القادر۔ جوان صالح۔ متقی مستقیم الاحوال ہے ...... ان کا گذارہ ایک تھوڑی سی تنخواہ پر ہے تاہم اس سلسلہ کی امداد کے لئے 2 روپے 6 پائی وہ ماہواری دیتے ہیں''۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 538)

حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوریؓ:

''مولوی غلام حسن صاحب پشاوری اس وقت لودھیانہ میں میرے پاس موجود ہیں۔ محض ملاقات کی غرض سے پشاور سے تشریف لائے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ وفادار مخلص ہیں اور لَایَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ میں داخل ہیں جوش ہمدردی کی راہ سے دو روپیہ ماہواری چندہ دیتے ہیں''۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 540)

حضرت حافظ نور احمد صاحب لدھیانویؓ:

''حافظ صاحب جوان صالح بڑے محبّ اور مخلص اور اوّل درجہ کے اخلاص رکھنے والے ہیں۔ ہمیشہ اپنے مال سے خدمت کرتے رہتے ہیں۔ جزاھم اللّٰہ خیر الجزاء''۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 542)

حضرت حاجی سیٹھ عبد الرحمٰن اللہ رکھا صاحبؓ تاجر مدراس:

''سیٹھ صاحب موصوف ...... نے کئی ہزار روپیہ ہمارے سلسلہ کی راہ میں محض لِلّٰہ لگا دیا ہے۔ اور برابر ایسی سرگرمی سے خدمت کر رہے ہیں کہ جب تک انسان یقین سے نہ بھر جائے اس قدر خدمت نہیں کرسکتا۔ وہ ہمارے درویش خانہ کے مصارف کے اول درجہ کے خادم ہیں اور آج تک یکمشت رقوم کثیرہ اس راہ میں دیتے رہے ہیں۔ علاوہ اس کے میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے ایک سو روپیہ ماہواری اعانت کے طور پر اپنے ذمہ واجب کر رکھا ہے۔ مباہلہ کے بعد ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے اور پہنچ رہی ہے میں اس کی نظیر نہیں دیکھتا۔ یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اس درجہ کی محبت دلوں میں ڈال دی۔ یہ حاجی سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب وہی ہیں جو آتھم کو قسم دینے کے وقت اس بات کے لئے تیار تھے کہ اگر آتھم قسم پر روپیہ طلب کرے تو اپنے پاس سے دس ہزار روپیہ تک اس کے پاس جمع کرادیں''۔ (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 312۔ حاشیہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''میں نے سیٹھ عبد الرحمٰن کو بہت ہی مخلص پایا تھا اور انہوں نے عملی طور پر اپنے اخلاص کا اول درجہ پر ثبوت دیا تھا اور محض دلی خلوص سے ہمارے لنگر خانہ کے لئے کئی ہزار روپیہ سے مدد کرتے رہے تھے جس میں بجز خوشنودیٔ خدا کے اور کوئی مطلب نہ تھا اور وہ ہمیشہ صدق اور اخلاص کے تقاضا سے ماہواری ایک رقم کثیر ہمارے لنگر خانہ کے لئے بھیجا کرتے تھے اور اس قدر محبت سے بھرا ہوا اعتقاد رکھتے تھے کہ گویا محبت اور اخلاص میں محو تھے''۔ (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 339)

حضرت شیخ رحمت اللہ صاحبؓ:

''شیخ رحمت اللہ صاحب نے مالی اعانت سے بہت سا بوجھ ہمارے درویش خانہ کا اٹھایا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ سیٹھ صاحب موصوف سے بعد نمبر دوم پر شیخ صاحب ہیں۔ جو محبت اور اخلاص سے بھرے ہوئے ہیں۔ شیخ صاحب موصوف اس راہ میں دو ہزار سے زیادہ روپیہ دے چکے ہوں گے۔ اور ہر ایک طور سے وہ خدمت میں حاضر ہیں۔ اور اپنی طاقت اور وسعت سے زیادہ خدمت میں سرگرم ہیں''۔

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313-312۔ حاشیہ)

حضرت میاں عبد العزیز صاحب پٹواریؓ:

''میاں عبد العزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ میں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں خرچ ہوجائے۔ وہ سو روپیہ شاید اس غریب نے کئی برسوں میں جمع کیا ہوگا۔ مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا''۔

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 314-313۔ حاشیہ)

حضرت سید ناصر شاہ صاحبؓ اوورسیئر:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آپؓ کے ایک پُر از خلوص خط کو درج فرمایا اور آپؓ مالی قربانی کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا:

''درحقیقت یہ نوجوان مخلص نہایت درجہ اخلاص رکھتا ہے اور قریب دو ہزار روپیہ کے یا زیادہ اس سے اپنی محبت کے جوش سے دے چکا ہے۔ اس خط کے ساتھ بھی ...... پہنچے۔ منہ''۔ (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 240۔ حاشیہ)

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اصحاب کی مالی قربانی کے انفرادی ذکر کے علاوہ متعدد مقامات پر اجتماعی ذکر بھی فرمایا ہے۔ چند مقامات درج ذیل ہیں:

1۔ براہینِ احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحات نمبر 2, 3, 6, 7, 10, 11, 12, 318, 319
2۔ ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 545,546,624
3۔ نشانِ آسمانی۔ روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 411-409
4۔ آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 635-632
5۔ ضمیمہ رسالہ انجامِ آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313
6۔ سراجِ منیر۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 87-85
7۔ تحفہ قیصریہ۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 314-301

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی مالی مدد کو، اپنے خلاف مباہلہ کرنے والوں کے بالمقابل، اپنی عزت اور قبولیت کی دلیل قرار دیا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ساتواں امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت اور قبولیت کا باعث ہوا خدا کے راستباز بندوں کا وہ مخلصانہ جوش ہے جو انہوں نے میری خدمت کے لئے دکھلایا۔ مجھے کبھی یہ طاقت نہ ہوگی کہ میں خدا کے ان احسانات کا شکر ادا کرسکوں۔ جو روحانی اور جسمانی طور پر مباہلہ کے بعد میرے وارد حال ہوگئے ...... اور جسمانی نعمتیں جو مباہلہ کے بعد میرے پر وارد ہوئیں۔ وہ مالی فتوحات ہیں۔ جو اس درویش خانہ کے لئے خدا تعالیٰ نے کھول دیں۔ مباہلہ کے روز سے آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا۔ جو اس سلسلہ کے ربانی مصارف میں خرچ ہوا۔ جس کو شک ہو وہ ڈاک خانہ کی کتابوں کو دیکھ لے اور دوسرے ثبوت ہم سے لے لے۔ اور

رجوع خلائق کا اس قدر مجمع بڑھ گیا کہ بجائے اس کے کہ ہمارے لنگر میں ساٹھ یا ستر روپیہ ماہواری کا خرچ ہوتا تھا۔ اب اوسط خرچ کبھی پانچ سو کبھی چھ سو ماہواری تک ہو گیا اور خدا نے ایسے مخلص اور جان فشان ارادتمند ہماری خدمت میں لگا دیئے کہ جو اپنے مال کو اس راہ میں خرچ کرنا اپنی سعادت دیکھتے ہیں''۔
(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 312-311)

✪ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس ارشاد کے چند سال بعد دوبارہ اسی مضمون کو بیان فرمایا اور پہلے سے بڑھی ہوئی مالی امداد کا حال بیان فرمایا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مباہلہ کے بعد ایک اور نشان میری عزت کا پیدا ہوا۔ جس کے لاکھوں انسان گواہ ہیں اور وہ یہ کہ ہمارے سلسلہ کے لئے مجھے وہ فتوحات مالی ہوئیں کہ اگر میں چاہتا تو اُن سے ایک غزنی کا بڑا حصہ خرید سکتا۔ چنانچہ اس پر سرکاری ڈاکخانہ جات کے وہ رجسٹر گواہ ہیں جن میں منی آرڈر درج ہوا کرتے ہیں۔ مگر کیا تمہیں اِس کے بعد کوئی 2/ کا منی آرڈر بھی آیا۔ اگر آیا تو اس کا ثبوت دو۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ہزار ہا روپیہ جو مباہلہ کے بعد مجھے بھیجا گیا جو تیس ہزار روپیہ سے کم نہ تھا۔ کیا اِس بات پر دلیل نہیں ہے جو مسلمان لوگوں نے مجھے عزت اور بزرگی کی نظر سے دیکھا اور مجھے عزیز رکھ کر میرے پر اپنے مال فدا کئے۔ یہ ایک عظیم الشان نشان ہے جس سے انکار کرنا آفتاب پر تھوکنا ہے''۔ (تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 547)

✪ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اصحاب کی اپنے ساتھ محبت وفدائیت کو اپنی صداقت کے نشانات میں سے ایک نشان قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''76۔ چھہترواں نشان۔ براہین احمدیہ میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی یہ پیشگوئی ہے القیت علیک محبۃً منّی ولتصنع علٰی عینی یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تیری محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالوں گا۔ اور میں اپنی آنکھوں کے سامنے تیری پرورش کروں گا۔ یہ اُس وقت کا الہام ہے کہ جب ایک شخص بھی میرے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تھا۔ پھر ایک مدت کے بعد یہ الہام پورا ہوا اور ہزار ہا انسان خدا نے ایسے پیدا کئے کہ جن کے دلوں میں اُس نے میری محبت بھر دی۔ بعض نے میرے لئے جان دے دی اور بعض نے اپنی مالی تباہی میرے لئے منظور کی اور بعض میرے لئے اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور دُکھ دیئے گئے اور ستائے گئے۔ اور ہزار ہا ایسے ہیں کہ وہ اپنے نفس کی حاجات پر مجھے مقدم رکھ کر اپنے عزیز مال میرے آگے رکھتے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اُن کے دل محبت سے پُر ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ اگر میں کہوں کہ وہ اپنے مالوں سے بکلی دست بردار ہو جائیں یا اپنی جانوں کو میرے لئے فدا کریں تو وہ تیار ہیں۔ جب میں اس درجہ کا صدق اور ارادت اکثر افراد اپنی جماعت میں پاتا ہوں تو بے اختیار مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اے میرے قادر خدا درحقیقت ذرّہ ذرّہ پر تیرا تصرف ہے تو نے ان دلوں کو ایسے پُرآشوب زمانہ میں میری طرف کھینچا اور اُن کو استقامت بخشی یہ تیری قدرت کا نشان عظیم الشان ہے''۔ (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 240-239)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے امام الزماں کے ان محبان کی قربانیوں کو ہمیشہ تازہ پھل لگاتا چلا جائے۔ آمین

اعلان برائے داخلہ

جامعہ احمدیہ یوکے 2014ء

جامعہ احمدیہ یوکے کی درجہ ممہدہ کیلئے داخلہ ٹیسٹ (تحریری امتحان وانٹرویو) 22,21/ جولائی 2014ء کو انشاء اللہ جامعہ احمدیہ یوکے میں ہوگا۔ داخلہ ٹیسٹ میں شمولیت کے قواعد حسب ذیل ہیں:

تعلیمی معیار: درخواست دہندہ کے کم از کم چھ مضامین میں جی سی ایس ای (GCSE)، کم از کم تین مضامین میں اے لیولز (A-Levels) یا اس کے مساوی تعلیم میں C گریڈ سے کم گریڈ یا 60% سے کم نمبر نہ ہوں۔

عمر: جی سی ایس سی (GCSE) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 17 سال اور اے لیولز (A-Levels) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 19 سال ہونی چاہیے۔

میڈیکل رپورٹ: درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی طرف سے تفصیلی میڈیکل رپورٹ انگریزی زبان میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونی چاہیے۔

تحریری ٹیسٹ وانٹرویو: درخواست دہندہ کا ایک تحریری ٹیسٹ اور ایک انٹرویو ہوگا۔ جس میں سے ہر دو میں پاس ہونا لازمی ہے۔ انٹرویو کے لئے صرف اُسی امیدوار کو بلایا جائے گا جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب قرار پائے گا۔ تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو کیلئے قرآن کریم ناظرہ، وقف نو سلیبس اور انگریزی و اردو زبان لکھنا، پڑھنا اور بولنا بنیادی نصاب ہوگا۔ تاہم ترجمہ قرآن کریم اور کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بھی امیدوار کا اس طور پر جائزہ لیا جائے گا کہ اس میں ان کے پڑھنے کا رجحان موجود ہے کہ نہیں۔

درخواست دینے کا طریق: درخواست، متعلقہ درخواست فارم پر درج ذیل دستاویزات کے ساتھ ہی قابل قبول ہوگی:۔

ا۔ درخواست فارم مع تصدیق نیشنل امیر صاحب۔
۲۔ درخواست دہندہ کی صحت کی بابت تفصیلی میڈیکل رپورٹ (بزبان انگریزی)۔
۳۔ GCSE/ اے لیولز کے سرٹیفکیٹ کی مصدقہ نقل۔ نتیجہ کے انتظار کی صورت میں سکول یا ٹیوٹر کی طرف سے متوقع گریڈز (Projected Grades) پر مشتمل خط۔
۴۔ پاسپورٹ کی مصدقہ نقل۔ ۵۔ درخواست دہندہ کی ایک عدد پاسپورٹ سائز فوٹو۔

متفرق ہدایات: ا۔ درخواست میں امیدوار کے نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔
۲۔ مصدقہ درخواست جامعہ احمدیہ یوکے میں 30/ جون 2014ء تک پہنچنی لازمی ہے، اس کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر کارروائی نہیں کی جائے گی۔
۳۔ جامعہ احمدیہ یوکے کا ایڈریس درج ذیل ہے:

Jamia Ahmadiyya UK, Branksome Place,
Hindhead Road, Haslemere GU27 3PN
Tel: +44(0)1428647170, +44(0)1428647173
Fax: +44(0)1428647188

۴۔ رابطہ کے لئے جامعہ احمدیہ کے اوقات سوموار تا ہفتہ صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک ہیں۔

(پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے)

عِلم اور عُلَماء

(قمر داؤد کھوکھر. آسٹریلیا)

〈دوسری و آخری قسط〉

10۔ علماء کا مقام

اللہ تعالیٰ نے دو مقامات پر اپنے بعد عالم کو پہلے مرتبہ میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: یعنی حالانکہ اس کی تفسیر کو سوائے اللہ کے اور علم میں کامل دستگاہ رکھنے والوں کے کوئی نہیں جانتا (آل عمران:8)۔ اور فرمایا کہ تُو انہیں کہہ دے کہ اللہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے اور اسی طرح پر وہ شخص بھی گواہ ہے جس کے پاس اس کتاب کا علم ہے (الرعد:44)۔

اور تین دوسرے مقامات میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے نمبر پر علماء کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسے فرمایا: اللہ انصاف کے مطابق یہ گواہی دیتا ہے کہ حقیقت یہی ہے کہ اُس کے سوا اَور کوئی معبود نہیں اور فرشتے بھی اور علم والے بھی یہی گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا عبادت کا کوئی بھی مستحق نہیں۔ (آل عمران:19)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ علماء سردار ہیں، فقہاء قائد اور ان کی مجالس اضافہ درجات کا سبب ہیں۔ (مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر از امام رازی تفسیر سورہ بقرہ آیت 31)

رسول اللہ ﷺ نے جبریلؑ امین سے پوچھا! کون سا عمل بہتر ہے؟ جبریلؑ امین نے فرمایا: علم، اس کے بعد؟ جبریلؑ امین نے جواب دیا: عالم کی زیارت، فرمایا اس کے بعد؟ جبریلؑ امین نے جواب دیا: عالم سے ملاقات اور پھر فرمایا کہ جو رضائے باری تعالیٰ کے لیے علم حاصل کرے اور اس کا مقصود اپنی اور لوگوں کی اصلاح ہو اور دنیا کا مال مقصود نہ ہو تو میں اس کیلئے جنت کا ضامن ہوں۔'' (ایضاً)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ''جس کو علم قرآن دیا گیا اس کو وہ چیز دی گئی جس کے ساتھ کوئی چیز برابر نہیں۔'' (آئینہ کمالات اسلام صفحہ:363)

ایک اَور موقعہ پر حضورؑ نے فرمایا کہ: ''مومن کا معراج اور کمال یہی ہے کہ وہ علماء کے درجہ پر پہنچے اور وہ حق الیقین کا مقام اسے حاصل ہو جو علم کا انتہائی درجہ ہے''۔ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 3 صفحہ 87)

(i) علماء، اللہ اور اس کی توحید کے گواہ ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے ''الٰہ'' ہونے کا بتکرار متعدد آیات میں ذکر فرمایا ہے۔ اور جہاں اپنے الٰہ ہونے کے ثبوت میں ارضی وسماوی ہر قسم کی آیات اور نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے وہاں اپنے الٰہ ہونے پر اپنی گواہی بھی پیش کی ہے اور اس کے ساتھ اس گواہی میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور علماء کی گواہی کو بھی شامل فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ انصاف کے مطابق یہ گواہی دیتا ہے کہ حقیقت یہی ہے کہ اُس کے سوا اَور کوئی معبود نہیں اور فرشتے بھی اور علم والے بھی یہی گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا عبادت کا کوئی بھی مستحق نہیں۔ (آل عمران:19)

اس مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے علماء کی فضیلت یہ بیان فرمائی ہے کہ علماء کو فرشتوں کی طرح اپنی توحید اور واحدانیت کا گواہ اور ان علماء کی گواہی کو وجہ ثبوت الوہیت قرار دیا ہے۔ اور ان کی گواہی کو فرشتوں کی گواہی کی طرح معتبر ٹھہرایا ہے۔ علماء کی قدر و منزلت کا اندازہ اس آیت قرآنی سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس گواہی میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بعد انسانوں میں سے صرف ایک انسانی طبقہ کا ذکر فرمایا ہے اور کسی کا ذکر نہیں فرمایا اور وہ علماء کا وجود ہے یعنی وہ علماء جنہیں اللہ ربّ العزۃ کی معرفت حاصل ہو چکی ہے اور وہ اپنے رب کو پہچان چکے ہیں۔ کیونکہ گواہی یا شہادت تو یقین اور علم کی بنیاد پر دی جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی اور فرشتوں کی گواہی کے بعد اپنی مخلوق میں سے عظیم ترین افراد علماء کو اس گواہی میں شامل فرمایا ہے۔ یہاں اُولُوا الْعِلْمِ کے لفظ میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء و رسل بھی شامل ہیں کیونکہ وہ معرفت الٰہی میں سب سے بلند مقام اور درجہ پر ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد درجہ بدرجہ دیگر علماء بھی شامل ہیں جو اللہ کی توحید کے منادی اور مبلغ ہیں۔ اللہ نے انہی سب کا ذکر فرمایا ہے اور اپنی توحید کی شہادت کی خاطر انہیں خاص کر دیا ہے، ان کی گواہی کو اپنی اور اپنے فرشتوں کی گواہی کے ساتھ جوڑ دیا ہے اور اسے اپنی توحید کی ایک بڑی دلیل قرار دیا ہے۔

(ii) علماء ہی اللہ سے ڈرنے والے ہیں

حقیقی علم وہی ہے جو انسان کو تقویٰ عطا کرتا اور تقویٰ میں بڑھاتا ہے اور جو علم قرب الٰہی کا سبب بنتا ہے وہ خشیت پیدا کرتا ہے۔ اس لیے علم کا ماحصل بھی تقویٰ اور خشیت الٰہی ہی ہے۔ وہ اس لیے کہ تمام فضائل اور اخلاق کا سرچشمہ خشیت الٰہی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاحب علم کی یہی تعریف فرمائی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں، فرمان الٰہی اس طرح ہے کہ: حقیقت اسی طرح ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ یعنی جتنا حق اللہ کی خشیت کا ہے اس کے مطابق اللہ سے ڈرتے ہیں۔ (فاطر:29)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ خشیت کے معنی

خشیت اور علم سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور ملفوظات میں بہت سے اقوال ملتے ہیں جن میں سے چند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

(1) ''اللہ جل شانہٗ سے وہ لوگ ڈرتے ہیں جو اس کی عظمت اور قدرت اور احسان اور حسن جمال پر علم کامل رکھتے ہیں۔ خشیت اور اسلام درحقیقت اپنے مفہوم کے رُو سے ایک ہی چیز ہے کیونکہ کمال خشیت کا مفہوم اسلام کے مفہوم کو مستلزم ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 185 تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 3 صفحہ 753)

(2) ''علم سے مراد منطق یا فلسفہ نہیں ہے بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہوتا ہے اور اس سے خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر:29) اگر علم سے اللہ تعالیٰ کی خشیت میں ترقی نہیں ہوتی تو یاد رکھو کہ وہ علم ترقی معرفت کا ذریعہ نہیں ہے۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 295)

(3) ''تقویٰ اور خداترسی علم سے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر:29) یعنی اللہ تعالیٰ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو عالم ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی علم خشیت اللہ کو پیدا کر دیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے علم کو تقویٰ سے وابستہ کیا ہے۔ کہ جو شخص پورے طور

پر عالم ہوگا اس میں ضرور خشیت اللہ پیدا ہوگی۔ علم سے مراد میری دانست میں علم القرآن ہے۔ اس سے فلسفہ، سائنس یا علوم مروجہ مراد نہیں کیونکہ ان کے حصول کے لیے تقویٰ اور نیکی کی شرط نہیں بلکہ جیسے ایک فاسق فاجر ان کو سیکھ سکتا ہے ویسے ہی ایک دیندار بھی۔ لیکن علم القرآن بجز متقی اور دیندار کے کسی دوسرے کو دیا ہی نہیں جاتا۔ پس اس جگہ علم سے مراد علم القرآن ہی ہے جس سے تقویٰ اور خشیت پیدا ہوتی ہے۔'' (ملفوظات، جلد 8 صفحہ 303)

(4) ایک اور موقعہ پر فرمایا: ''عالم ربانی سے یہ مراد نہیں ہوا کرتی کہ وہ صرف ونحو یا منطق میں بے مثل ہو بلکہ عالم ربانی سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو ہمیشہ اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی زبان بیہودہ نہ چلے۔ مگر موجودہ زمانہ اس قسم کا آ گیا ہے کہ مُردہ شو تک بھی اپنے آپ کو علماء کہتے ہیں اور اس لفظ کو ذات میں داخل کر لیا ہے۔ اس طرح اس لفظ کی بڑی تحقیر ہوئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے منشاء اور مقصد کے خلاف اس کا مفہوم لیا گیا ہے۔ ورنہ قرآن شریف میں تو علماء کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر: 29) یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں جو علماء ہیں۔ اب یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ جن لوگوں میں یہ صفات خوف وخشیت اور تقوی اللہ کی نہ پائی جائیں وہ ہرگز ہرگز اس خطاب سے پکارے جانے کے قابل نہیں۔'' (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ، جلد 3 صفحہ 753)

(5) ''علماء کے لفظ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ عالم وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (سورۃ فاطر: 29) یعنی بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں سے وہی عالم ہیں۔ ان میں عبودیت تامہ اور خشیت اللہ اس حد تک پیدا ہوتی ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ سے ایک علم اور معرفت سیکھتے ہیں اور اس سے فیض پاتے ہیں۔ اور یہ مقام اور درجہ آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع اور آپؐ سے پوری محبت سے ملتا ہے یہاں تک کہ انسان بالکل آپؐ کے رنگ میں رنگین ہو جاوے۔ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ، جلد 3 صفحہ 754)

(iii) علماء انبیاءؑ کے وارث ہیں

امام بخاری نے صحیح بخاری کے بابُ الْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ: 'اِنَّ الْعُلَمَاءَ ھُمْ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَرَّثُوا الْعِلْمَ' کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور نبیوں نے علم کا ہی ورثہ چھوڑا ہے۔

انبیاء کے ورثہ کی حقیقت

انبیاءؑ کا ورثہ تو علم الٰہی ہی ہوتا ہے جو وہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں۔ اور اس ورثہ علمی کے حقدار علماء ہی ہوتے ہیں۔ اور یہ بات اللہ کی مرضی پر موقوف ہے کہ کس کے حصہ میں کتنا دین اور کتنا علم آتا ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق علم دین سے حصہ پاتا ہے۔

انبیاء کو جو علم عطا کیا جاتا اس کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہوتی ہے۔ اور اس علم سے مراد بھی کتاب وحکمت اور نبوت ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں انبیاء کو ملنے والے علم سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، شریعت کے احکام اور اخلاق وآداب کی تعلیمات ہی مراد ہوتی ہیں کوئی دنیاوی علم مراد نہیں ہوتا۔ اگرچہ دنیاوی علم بھی علم ہی کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

حضرت معاویہؓ بیان فرماتے تھے کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: مَنْ یُرِدِاللّٰہُ بِہٖ خَیْراً یُفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَ اللّٰہُ الْمُعْطِی وَ اَنَاالْقَاسِمُ کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ اور دینے والا تو اللہ ہی ہے میں تو صرف قاسم یعنی تقسیم کرنے والا ہوں۔ (بخاری کتاب الجہاد باب 249 حدیث 357)۔ اس حدیث سے یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے علم وحکمت سیکھتے اور صحابہ تک پہنچا دیتے تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یہ نصیحت فرمائی کہ ''اے علی! توحید کی حفاظت کرنا کیونکہ یہ میرا سرمایا ہے۔ عمل کے پابند رہنا کہ یہ میری حرفت ہے۔ نماز کو قائم رکھنا کیونکہ یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یاد الٰہی میں مصروف رہنا کیونکہ یہ میرے دل کی بصیرت ہے۔ اور علم کو بروئے کار لانا کیونکہ یہ میری میراث ہے۔ (مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر از امام رازی زیر تفسیر سورہ بقرہ آیت 31)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کا علم اور علم فرائض (میراث) سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ میں قبض کیا جاؤں گا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم، ترمذی کتاب الفرائض باب تعلیم الفرائض)۔ اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس علم کی بات کی یا جس علم کو اللہ سے پا کر اپنے صحابہ تک پہنچایا وہ علم لدنی یا دوسرے لفظوں میں شریعت یعنی قرآن مجید کا ہی علم تھا۔

حضرت امام ابن سیرینؒ بیان فرماتے تھے کہ علم سے مراد دین کا علم ہے اب خود ہی سوچ لو کہ کس سے یہ علم حاصل کرتے ہو۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم)۔ امام ابن سیرینؒ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ علم دین تو رسول اللہ ﷺ سے ملا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ پس دین کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ ملا وہ اللہ تعالیٰ ہی سے حاصل ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ: تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابِ اللّٰہِ وَ سُنَّتِی۔ یعنی میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان کو تھامے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ چیزیں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔ (الموطا، کتاب القدر حدیث 3)

حضرت ابو ہریرہؓ کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ ایک دن بازار جا کر لوگوں کو پکارا کہ تم کو کس بات نے مجبور کر رکھا ہے؟ لوگوں نے پوچھا کس چیز سے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: وہاں رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم لوگ یہاں بیٹھے ہو۔ لوگوں نے پوچھا کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟ فرمایا مسجد میں۔ لوگ دوڑے دوڑے مسجد میں گئے لیکن وہاں کوئی مادی میراث نہ تھی اس لیے لوگ واپس آ گئے اور کہا کہ وہاں تو کچھ بھی تقسیم نہیں ہو رہا، البتہ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، کچھ تلاوت قرآن میں مصروف ہیں اور کچھ حلال وحرام پر گفتگو کر رہے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: تم لوگوں پر افسوس ہے یہی تو تمہارے نبی ﷺ کی میراث ہے۔ (الطبرانی، المعجم الاوسط، جلد 1 صفحہ 221۔ الترغیب والترھیب، جلد 1 صفحہ 66)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس تعلق میں فرماتے ہیں: ''اس کے فضلوں کا کوئی انتہا نہیں اور ترقیات معرفت کی کوئی حد نہیں۔ ہاں پہلے اُس نے اظہار علی الغیب کی نعمت اور علم لدنی یقینی قطعی کی دولت اپنے برگزیدہ رسولوں کو دی۔ مگر پھر یہ تعلیم دے کر کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ تمام سچے طالبوں کو خوشخبری دی کہ وہ اپنے رسول مقبول ﷺ کی تبعیت سے اس علم

ظاہری اور باطنی تک پہنچ سکتے ہیں۔ کہ جو بِالۡاِصَالَتۡ خدا کے نبیوں کو دیا گیا۔ انہیں معنوں کر کے تو علماء وارث الانبیاء کہلاتے ہیں۔ اور اگر باطنی علم کا ورثہ ان کو نہیں مل سکتا تو پھر وہ وارث کیونکر اور کیسے ہوئے۔...... اب تم سوچو کہ اگر علم لدنی کا سارا مدار ظنیات پر ہے تو پھر اس کا نام علم کیونکر ہوگا۔ کیا ظنیات بھی کچھ چیز ہیں جن کا نام علم رکھا جائے۔ پس اس صورت میں وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا کے کیا معنے ہوں گے۔ پس جاننا چاہئے کہ خدا کے کلام پر غور صحیح کرنے سے اور صد ہا تجارب مشہودہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ افرادِ خاصّۂ اُمّتِ محمدیہ کو جب وہ متابعت اپنے رسول مقبولؐ میں فنا ہو جائیں اور ظاہراً اور باطناً اس کی پیروی اختیار کریں بہ تبعیت اسی رسولؐ کے اس کی برکتوں میں سے عنایت کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ زُہد خشک تک رکھنا چاہتا ہے۔ اور جب کسی دل پر نبوی برکتوں کا پرتوہ پڑے گا تو ضرور ہے کہ اس کو اپنے متبوع کی طرح علم یقینی قطعی حاصل ہو۔ کیونکہ جس چشمہ کا اس کو وارث بنایا گیا ہے وہ شکوک اور شبہات کی کدورت سے بکلی پاک ہے۔ اور منصب وارث الرسولؐ ہونے کا بھی اسی بات کو چاہتا ہے کہ علم باطنی اس کا یقینی اور قطعی ہو۔ کیونکہ اگر اس کے پاس صرف مجموعہ ظنیات کا ہے تو پھر وہ کیونکر اس ناقص مجموعہ سے کوئی فائدہ خلقِ خدا کو پہنچا سکتا ہے۔ تو اس صورت میں وہ آدھا وارث ہوا نہ پورا۔ اور یک چشم ہوا نہ دونوں آنکھوں والا۔ اور جن ضلالتوں کی مدافعت کے لیے خدا نے اس کو قائم کیا ہے ان ضلالتوں کا نہایت پرزور ہونا، اور زمانہ کا نہایت فاسد ہونا اور منکروں کا نہایت مکار ہونا اور غافلوں کا نہایت خوابیدہ ہونا اور مخالفوں کا اَشَدّ فِی الۡکُفۡر ہونا اس بات کے لیے بہت ہی تقاضہ کرتا ہے کہ ایسے شخص کا علم لدنی مشابہ بالرسل ہو۔ اور یہی لوگ ہیں جن کا نام احادیث میں امثل اور قرآن شریف میں صدیق آیا ہے۔ اور ان لوگوں کا زمانہ ظہور پیغمبروں کے زمانہ بعث سے بہت ہی مشابہت رکھتا ہے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول، صفحہ: 256-258 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اپنے منہ سے کوئی مرتبہ انسان کو نہیں مل سکتا جب تک آسمانی نور اس کے ساتھ نہ ہو۔ اور جس علم کے ساتھ آسمانی نور نہیں وہ علم نہیں وہ جہل ہے۔ وہ روشنی نہیں وہ ظلمت ہے۔ وہ مغز نہیں وہ استخواں ہے۔ ہمارا دین آسمان سے آیا ہے اور وہی اس کو سمجھتا ہے جو وہ بھی آسمان سے ہی آیا ہو۔ کیا خدا تعالیٰ نے نہیں فرمایا لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ (الواقعہ: 80) میں قبول نہیں کروں گا اور ہرگز نہیں مانوں گا کہ آسمانی علوم اور ان کے اندرونی بھید اور ان کے تہہ در تہہ چھپے ہوئے اسرار زمینی لوگوں کو خود بخود آ سکتے ہیں۔ زمینی لوگ دابۃ الارض ہیں مسیح السماء نہیں ہیں۔ مسیح السماء آسمان سے اترتا ہے اور اس کا خیال آسمان کو مسح کر کے آتا ہے۔ اور روح القدس اس پر نازل ہوتا ہے۔ اس لیے وہ آسمانی روشنی اپنے ساتھ رکھتا ہے''۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 573)

حضورؑ فرماتے ہیں: ''یقیناً سمجھو کہ علم دین ایک آسمانی بھید ہے اور وہی کماحقہٗ آسمانی بھید جانتا ہے جو آسمان سے فیض پاتا ہے۔ جو خدائے تعالیٰ تک پہنچتا ہے وہی اس کی کلام کے اسرار عمیقہ تک بھی پہنچتا ہے۔ جو پوری روشنی میں نشست رکھتا ہے وہی ہے جو پوری بصیرت بھی رکھتا ہے۔'' (آسمانی فیصلہ صفحہ 11، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 321)

(IV) حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے کامل ظل تھے۔ اس ظلیت کاملہ نے حضورؑ پر علوم محمدیہ کا بھی پرتو ڈالا اور حضورؑ رسول اللہ ﷺ کے علوم کے وارث بنائے گئے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ''لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا ہے اور مجھے ان لوگوں میں سے بنایا ہے، جن پر وہ انعام کیا کرتا ہے۔ اس کی نعمتوں میں سے یہ ہے کہ اس نے مجھے مکالمات و مخاطبات کے شرف سے مشرف کیا ہے۔ اور مجھ پر وہ اسرار کھولے ہیں کہ جن کو میں نہیں جان سکتا تھا جب تک کہ اللہ مجھے ان کا علم نہ دیتا۔ اور اس نے مجھے نبیوں کا وارث بنایا ہے۔'' (ترجمہ عربی عبارت از مؤلف، تحفہ بغداد، روحانی خزائن، جلد: 7 صفحہ: 35)

حضورؑ مزید فرماتے ہیں: ''میں مومن اور موحد ہوں اور اپنے رسول اور سردار محمد رسول اللہ ﷺ کا متبع ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے علوم اور دوسری روحانی جائداد کا وارث بنایا ہے۔'' (ترجمہ عربی عبارت از مؤلف، تحفہ بغداد، روحانی خزائن، جلد 7 صفحہ 36)

ایک دوسرے مقام پر حضورؑ تحریر فرماتے ہیں: ''اپنے نبی علیہ السلام کے وارثوں کو بطور ظلیت کے آپ کی نعمتیں مرحمت ہوتی ہیں اور اگر یہ قاعدہ جاری نہ رہتا تو نبوت کے فیض بالکل باطل ہو جاتے۔'' (الحدیٰ، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 274)

اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: ''اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ کہ رحمٰن خدا ہی ہے جس نے تمہیں قرآن سکھایا ہے''۔ (تذکرہ صفحہ 44)

اس مذکورہ بالا الہام کا تذکرہ کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں کہ: ''اس الہام کی رو سے خدا نے مجھے علوم قرآنی عطا کیے ہیں اور میرا نام اوّل المؤمنین رکھا اور مجھے سمندر کی طرح معارف اور حقائق سے بھر دیا ہے اور مجھے بار بار الہام دیا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی معرفت الٰہی اور کوئی محبت الٰہی تیری معرفت اور محبت کے برابر نہیں۔'' (ضرورت الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 502)

سورہ کوثر کی آیت اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ کی تفسیر میں حضورؑ نے اس کے معنی کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ: ''روحانی طور پر جو لوگ آئیں گے وہ آپ ہی کی اولاد سمجھے جائیں گے اور وہ آپؐ کے علوم و برکات کے وارث ہوں گے اور اس سے حصہ پائیں گے۔'' (تفسیر حضرت مسیح موعود جلد 4 صفحہ 734)

حضورؑ نے عربی اشعار میں اس ورثہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَ اِنِّیۡ وَرِثۡتُ الۡمَالَ مَالَ مُحَمَّدٍ
فَمَا اَنَا اِلَّا آلُهُ الۡمُتَخَیَّرُ
وَ کَیۡفَ وَرِثۡتُ وَ لَسۡتُ مِنۡ اَبۡنَاءِ ؟
فَفَکِّرۡ وَ هَلۡ فِیۡ حِزۡبِکُمۡ مُتَفَکِّرٗ
وَ اِنَّ وَرِثۡنَا مِثۡلَ وُلۡدٍ مَتَاعَهٗ
فَاَیُّ ثُبُوۡتٍ بَعۡدَ ذٰلِکَ یُحۡضَرُ

ترجمہ: اور میں محمد رسول اللہ ﷺ کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں پس میں آپؐ کی برگزیدہ آل ہی ہوں۔ اور میں کیونکر وارث بنایا گیا ہوں جبکہ میں آپؐ کی جسمانی اولاد میں سے نہیں ہوں، پس غور کرو کیا تم میں کوئی غور و فکر کرنے والا نہیں ہے؟ ہم نے اولاد کی مانند ہی آپ کی وراثت پائی ہے اس سے بڑھ کر اور کون سا ثبوت ہے جو پیش کیا جائے۔ (ضمیمہ کتاب نزول المسیح، روحانی خزائن، جلد 19 صفحہ 182-183)

حضورؑ اپنے فارسی اشعار میں فرماتے ہیں کہ:

ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمد است

یعنی معارف وحقائق کا جو چشمہ میں خدا کی مخلوق میں تقسیم کر رہا ہوں یہ میرا مال نہیں بلکہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے کمالات کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔

وارث مصطفیٰ شدم بہ یقیں
شدم رنگین بہ رنگ یار حسیں

یعنی میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وارث بن کر آیا ہوں اور میں اپنے اس حسین محبوب کے رنگ میں رنگین ہو کر آیا ہوں۔

اسی لیے حضور علیہ السلام نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

''میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت وفصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔'' (ضرورۃ الامام، روحانی خزائن، جلد 13 صفحہ 496)

(V) اطاعت میں معروف کے معنی

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوفِ یعنی اطاعت صرف معروف ہی میں ہے۔ (مشکوۃ کتاب الامارۃ، حدیث 5)

امام راغبؒ نے معروف کے چار معنی بیان فرمائے ہیں: (1) معروف ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جس کی خوبی عقل یا شریعت سے ثابت ہو۔ اور منکر ہر اس بات کو کہا جائے گا جو عقل وشریعت کی رو سے بری سمجھی جائے گی۔ (2) معروف کے معنی ہیں دستور کے مطابق۔ (3) سخاوت میں اعتدال یعنی میانہ روی کو بھی معروف کہا جاتا ہے کیونکہ اعتدال عقل وشریعت کے اعتبار سے پسندیدہ ہے۔ (4) معروف سے مراد ہر وہ نیک بات ہے جس کی اچھائی کو سب تسلیم کرتے ہوں۔

(مفردات امام راغب، زیر حرف: ع رف)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دس شرائط بیعت میں دسویں شرط میں بھی معروف کی اطاعت کا ہی ذکر فرمایا ہے۔ اس شرط کے الفاظ اس طرح ہیں:

''دہم یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا......'' (اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

پس اصلاً 'اولی الْاَمْرِ' سے مراد 'اُولُوا الْعِلْمِ' یا 'اُولُوا الدین' ہی ہیں یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو جاننے والے۔ کیونکہ 'اَلْاَمر' کا لفظ دین کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے اور اس حکم واقتدار کے معنوں میں بھی جو دین کے تابع ہو۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ یہ ہیں: 'مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ' (صحیح بخاری، کتاب الصلح حدیث 2697) یعنی جو شخص ہمارے اس دین کے معاملہ میں کوئی ایسی نئی بات جاری کرتا ہے جس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو وہ رد کیے جانے کے قابل ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ہر دور میں اس علم (یعنی دین اسلام) کے حامل ایسے افراد ہوں گے جو عادل اور امانتدار ہیں، جو غلو کرنے والوں کے غلو اور ان کی تحریفات کو دین سے چھانٹتے رہیں گے اور باطل پرستوں کے فریب اور غلطیوں کو دُور کرتے رہیں گے۔ اور جاہلوں اور ان پڑھ لوگوں کی غلط تاویلات کی نفی کرتے رہیں گے۔

(مشکوۃ کتاب العلم حدیث: 44، صحیح مسلم، حدیث 247,156)

اس حدیث میں بھی مختلف الفاظ کے ساتھ اہل علم ہی کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ قیامت تک ہوتے رہیں گے جو یہ تین امور سرانجام دیتے رہیں گے۔ یہ کون لوگ ہوں گے اس کی وضاحت حدیث مجددین سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایسے افراد کو مبعوث کرتا رہے گا جو اس امت کے دین کے معاملہ کی تجدید کرتے رہیں گے۔

(مشکوۃ کتاب العلم حدیث: 43 سنن ابوداؤد کتاب الملاحم، حدیث: 4291)

حضرت ام الحصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم پر ایک ناک یا کان کٹا امیر مقرر کیا جائے جو تم میں اللہ کی کتاب کے ساتھ حکم کرے اس کا حکم سنو اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ (مشکوۃ کتاب الامارۃ، حدیث 2 بحوالہ مسلم)

اس حدیث میں بھی کتاب اللہ کی شرط موجود ہے۔

حضرت معاذؓ رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ! اگر ہم پر ایسے امیر ہوں جو آپؐ کی سنتوں کو سنت نہ بنائیں، آپؐ کے احکام کو نہ لیں تو ان کے بارہ میں آپؐ ہمیں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کی حکم برداری نہ کرے اس کی کوئی حکم برداری نہیں۔'' (اعلام الموقعین از امام ابن قیمؒ، جزدوم، صفحہ 561-562)

(VI) سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا فیصلہ کن اجتہاد

امام الزماں، حکم وعدل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۃ النساء کی آیت 60 کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تصنیف ضرورۃ الامام میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اُولِی الْاَمْرِ' سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے۔ اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے۔'' (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 246)

حضورؑ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ: ''اب اولی الامر کی اطاعت کا صاف حکم ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ گورنمنٹ منکم میں داخل نہیں، تو یہ اس کی صریح غلطی ہے۔ گورنمنٹ جو بات شریعت کے موافق کرتی ہے وہ منکم میں داخل ہے۔ جو ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ ہم میں داخل ہے۔ اشارۃ النص کے طور پر قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہیے اور اس کی باتیں مان لینی چاہئیں۔'' (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 246)

اسی تفسیر میں حضورؑ کا یہ فرمان بھی درج ہے کہ: ''یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔......صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا۔ اور وہ کس قدر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔ یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم، قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔ اور اگر اختلاف رائے اور پھوٹ رہے تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزل کے نشانات ہیں۔ مسلمانوں کے ضعف اور تنزل کے منجملہ دیگر اسباب کے باہم اختلاف اور اندرونی تنازعات بھی ہیں۔ پس اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اس میں یہی تو سرّ ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے۔ اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے۔ پیغمبر خدا ﷺ کے زمانہ میں صحابہؓ بڑے بڑے اہل الرائے تھے۔ خدا نے ان کی بناوٹ ہی ایسی رکھی تھی وہ اصول سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت

عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارگراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی۔ مگر رسول کریم ﷺ کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپؐ نے کچھ فرمایا اپنی تمام راؤں اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا۔ اور جو کچھ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا۔ ......غرض صحابہ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے طیار ہو رہی ہے اُسی جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے طیار کی تھی۔ اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے اس لیے تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہؓ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہؓ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہؓ کی تھی۔'' (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 246-248)

(vii) علماء رسول اللہ ﷺ کے خلفاء ہیں

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے میرے اللہ! ہمارے خلفاء پر رحم کر۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ آپؐ کے خلفاء کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیث کی روایت کریں گے اور میری سنت بیان کریں گے اور انہیں لوگوں کو سکھائیں گے۔

(کنز العمال، جز 5 صفحہ 240، الترغیب والترہیب، جلد 1 صفحہ 74، طبرانی معجم الاوسط)

حضرت علامہ امام ابن قیمؒ نے بھی علماء کو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ: ''علماء پر جو رسول اللہ ﷺ کے خلفاء ہیں فرض ہے کہ عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔'' (اعلام الموقعین از امام ابن قیمؒ، جزدوم، صفحہ 117)

(viii) علماء امت ستاروں کی مانند ہیں

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علماء کی مثال اسی طرح ہے جس طرح آسمان پر ستارے ہیں جن کے ذریعہ بحر و بر کی تاریکی میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ اگر ستارے غروب ہو جائیں تو عین ممکن ہے کہ ان سے رہنمائی حاصل کرنے والے بھٹک جائیں۔ (مسند احمد بن حنبلؒ، جلد 3 صفحہ 157) یعنی علماء رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو ہدایت کے متلاشی لوگ گمراہ ہو جائیں۔

حضرت عمر بن خطابؓ بیان فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کمانے والے نے فضیلت علم کے برابر کوئی کمائی نہیں کی۔ علم، صاحب علم کی ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ یا اسے بیکار کاموں سے روکتا ہے۔ اور جب تک آدمی کا عمل درست نہ ہو دین درست نہیں ہوتا۔ (طبرانی معجم الصغیر، جلد 2 صفحہ 5)

(ix) علماء نبیوں کے مثیل ہیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِی اِسْرَآئِیل'' (کشف الخفاء، عجلونی)۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس تعلق میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''آج تک جس قدر اکابر متصوفین گزرے ہیں ان میں سے ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں کہ اس دین متین میں مثیل الانبیاء بننے کی راہ کھلی ہوئی ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم روحانی اور ربانی علماء کے لیے یہ خوشخبری فرما گئے ہیں کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِی اِسْرَآئِیل۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 230)

انبیاءؑ بنی اسرائیل کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ہم نے یقیناً تورات کو ہدایت اور نور سے بھرپور اتارا تھا اس کے ذریعہ سے انبیاء جو ہمارے فرمانبردار تھے اور عارف اور علماء یہودیوں کے لیے فیصلے کیا کرتے تھے بسبب اس کے کہ ان سے اللہ کی کتاب کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر نگران تھے۔ (المائدہ: 45)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاءؑ بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ کی شریعت توریت کی وضاحت و تشریح اس کی حفاظت اور اس کی نگرانی کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں تو اس سے مراد یہ تھی کہ ان نبیوں کے فرائض اور ذمہ داریوں کے حوالہ سے اس امت کے علماء ان نبیوں کے مثیل ہوں گے۔ یعنی اس امت کے علماء قرآن کریم کے تعلق میں انہی امور کے ذمہ دار ہوں گے جن کی ذمہ داری بنی اسرائیل کے نبیوں پر ڈالی گئی تھی۔

(x) علماء نبیوں سے قریب تر

حضرت ابو امامہ باہلیؓ بیان فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے دو آدمیوں کا تذکرہ کیا گیا ایک ان میں سے عابد تھا اور دوسرا عالم۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت اسی طرح ہے جس طرح تمہارے ادنیٰ پر میری فضیلت ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ پاک اور اس کے فرشتے اور ساتوں آسمان و زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹی جو اپنے سوراخ میں ہے اور یہاں تک کہ مچھلی لوگوں کو تعلیم دینے والے کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت اس طرح جیسے چاند کی فضیلت ستاروں پر ہے۔ (ترمذی، کتاب العلم، باب: ماجاء فی فضل الفقہ، ابوداؤد، کتاب العلم)

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس کو احیاء اسلام کی خاطر علم حاصل کرتے ہوئے موت آجائے تو جنت میں اس کے اور انبیاءؑ کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہے۔'' (سنن دارمی حدیث 3540)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس نے عالم کی اقتداء میں نماز ادا کی گویا اس نے نبی کی اقتداء میں نماز ادا کی''۔ (مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر از امام رازی زیر تفسیر آیت سورہ بقرہ: 31)

(xi) علماء کے لیے اللہ کی مغفرت اور جنت کی خوشخبری

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ علماء سے فرمائے گا: میں نے تمہارے سینوں کو علم سے اس لیے لبریز نہیں کیا تھا کہ تمہیں عذاب دوں۔ تم جو کچھ بھی کر چکے ہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(مسند الفردوس الدیلمی: 8059)

حضرت عثمانؓ ابن عفان سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: روز قیامت تین گروہ شفاعت کریں گے، انبیاءؑ، علماء اور شہداء۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد: 4313)

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ علم کی مقدار کیا ہے کہ جس وقت آدمی اس کو حاصل کر لے وہ فقیہہ بن جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ: جو میری امت پر چالیس حدیثیں یاد کر لے جو اس کے دین کے معاملہ میں ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو فقیہہ اٹھائے گا۔ اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کرنے والا اور اس کے لیے گواہ ہوں گا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم، تیسری فصل حدیث:10)

11۔ علماء کا احترام

علم دین بذات خود ایک ایسی چیز ہے کہ جس کا ایک ادب، وقار اور احترام ہے۔ اسی نسبت سے صاحب علم کا بھی ادب وقار اور احترام ہوتا ہے۔ حاملین علم کا ہمیشہ یہ رویہ رہا ہے کہ انہوں نے علماء اور فقہاء کے ادب کو ملحوظ رکھا ہے۔ ان کے اختلافات کا بھی تذکرہ کیا ہے تو ادب کے ساتھ کیا ہے۔ یہی طریق علماء سلف و خلف میں نظر آتا ہے خواہ وہ آئمہ حدیث تھے یا آئمہ فقہ۔ لیکن آج کے دَور میں آنحضور ﷺ کی پیش گوئیوں کے مطابق علماء کرام کی عزت وتکریم میں بہت کمی واقع ہو چکی ہے۔ علماء کے احترام کے حوالہ سے چند احادیث پیش ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: کہ علم سیکھو اور علم کے لیے وقار اور سکون سیکھو۔ اور جس سے تم علم سیکھو اس کے ساتھ تواضع اور انکساری کے ساتھ پیش آؤ۔ (الطبرانی، المعجم الاوسط)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ: ''تین قسم کے لوگ ہیں جن کے ساتھ توہین و حقارت کا معاملہ کوئی نہیں کرتا سوائے منافق کے۔ ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم، تیسرا امام عادل۔'' (جمع الفوائد، کتاب العلم) مراد یہ ہے کہ ان تین قسم کے لوگوں کا اکرام ایمان کی علامت ہے اور ان کی اہانت وحقارت نفاق کی علامت ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''وہ میرا امتی نہیں جس نے ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کی ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور ہمارے عالموں کی معرفت حاصل نہ کی۔'' (ادب المفرد للبخاری، مسند احمد بن حنبل)

حضرت امام ابوحنیفہؒ احترام اساتذہ میں خود بھی بے نظیر تھے۔ فرماتے ہیں کہ: میری عمر گزر گئی لیکن اس مدت میں میں نے ایسی نماز نہیں پڑھی جس میں اپنے والدین کے ساتھ اساتذہ کے لیے دعا نہ کی ہو۔'' (تہذیب الاسماء، جلد دوم صفحہ:218)

12۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور علماءِ عصر

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب باذن الٰہی دعویٰ مجددیت، دعویٰ مسیح موعود و مہدی معہود اور بغیر شریعت کے امتی نبی ہونے کا دعویٰ فرمایا تو سب سے زیادہ مخالفت ملک ہند کے علماء نے کی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے بعض علماء کو حضورؑ کے دعویٰ کو سمجھنے، اس کی تصدیق کرنے اور قبول کرنے کی بھی سعادت عطا فرمائی جن میں حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ بھیروی، حضرت سید عبداللطیف صاحبؓ شہید کابل، حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی، حضرت مولوی نظام الدین صاحبؓ جہلمی، حضرت مولوی غلام نبی صاحبؓ خوشابی، حضرت مولوی حسن علی صاحبؓ بھاگلپوری، حضرت مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی اور حضرت مولوی سید احسن صاحبؓ امروہوی جیسے جلیل القدر علماء شامل ہیں۔

ان علماء نے حضور علیہ السلام کے ساتھ غیر معمولی اخلاص اور عقیدت کا تعلق قائم کیا تھا جس کی بنا پر حضور علیہ السلام ان علماء کو بڑی عزت وتکریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ علماء اپنے ایمان کی مضبوطی، اپنے جذبہ قربانی اور معیارِ اطاعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحابہ رسول ﷺ کے رنگ میں رنگین تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضورؑ نے فرمایا:

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ امت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نورِ یقیں بودے

یعنی کیا ہی اچھا ہو کہ امت کا ہر فرد نور دین بن جائے اور یقیناً ایسا ہی ہوا گر ہر مسلمان کا دل یقین کے نور سے بھر جائے۔

حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ بھیروی ایک عظیم الشان عالم باعمل اور زندہ جاوید انسان تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد متفقہ طور پر آپؓ کو حضورؑ کا خلیفہ اول تسلیم کیا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ستمبر 1905ء میں الہام ہوا کہ ''دو شہتیر ٹوٹ گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ''۔ اس الہام میں دو جید علماءؓ کی وفات کی المناک خبر تھی۔ یعنی ایک حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی جو 11 اکتوبر 1905ء کو وفات پا گئے۔ حضورؑ کے ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ''مسلمانوں کا لیڈر'' کا خطاب بھی دیا تھا۔ دسمبر 1896ء میں بمقام لاہور منعقد ہونے والے جلسہ اعظم مذاہب، میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مضمون اسلامی اصول کی فلاسفی کو پیش کرنے اور پڑھنے کی سعادت آپؓ کو ہی نصیب ہوئی تھی۔ ان کی وفات کے کچھ ہی عرصہ کے بعد 3 دسمبر 1905ء کو سلسلہ کے ایک اَور جید عالم دین حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ جہلمی بھی بقضاء الٰہی جہلم میں وفات پا گئے۔ آپؓ بیعت سے قبل اہل حدیث مسلک کے ایک جید عالم تھے اور طبیعت میں تصوف کا رنگ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کا مطالعہ کرنے کے بعد 1886ء میں قادیان جانے کا ارادہ کیا۔ جب قادیان پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضورؑ تو ہوشیار پور میں ہیں تو فوراً ہوشیار پور روانہ ہو گئے۔ جب حضور کے دروازہ پر پہنچے تو آپ کو فارسی میں الہام ہوا کہ جہاں آپ نے پہنچنا تھا پہنچ گئے اب یہاں سے نہ ہٹیں۔ اسی دوران حضرت مسیح موعودؑ کو بھی عربی زبان میں الہام ہوا جس کا مطلب یہ تھا کہ مہمان آئے تو اس کی مہمان نوازی کرنی چاہئے۔ اس پر حضورؑ نے فوراً مہمان کو اندر آنے کا حکم دیا۔ جب حضورؑ سے ملاقات ہوئی تو حضورؑ نے فرمایا کہ ابھی مجھے یہ الہام ہوا ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے بھی فرمایا کہ مجھے بھی الہام ہوا تھا کہ یہاں سے نہ ہٹیں جہاں پہنچنا تھا پہنچ گئے۔ بیعت کے بعد اخلاص و وفا اور فدائیت و جانثاری میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ 1904ء میں حضرت مسیح موعودؑ جب سیالکوٹ تشریف لے گئے تو حضرت مولوی صاحبؓ بھی وہاں پہنچ گئے۔ حضور وہاں ایک مرتبہ خدام کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ کسی عورت نے کھڑکی سے حضورؑ پر راکھ ڈالنے کی ناپاک جسارت کی۔ لیکن وہ راکھ حضورؑ کی بجائے حضرت مولوی

بقیہ صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں

دنیا میں سچائی کے راستہ کی مشکلات اور ابتلاؤں کے وقت دعاؤں کی کثرت

(طاہر محمود احمد مربی سلسلہ نظارت اشاعت ربوہ)

اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اپنے ماموراور مصلح بھیجتا ہے۔ وہ ان کے ہمدرد، شفیق اور بہترین خیر خواہ ہوتے ہیں۔ انہیں لوگوں کی جائیدادوں، ان کے اموال اور ان کی ریاستوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ وہ مذہبی اصلاح اور دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ وہ غلط خیالات ، غلط معتقدات اور غلط اعمال کی درستی کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ وہ توحید کے منادی اور حق کے پرستار ہوتے ہیں۔ وہ انسانوں کو ہلاکت کے راستہ سے ہٹانے اور انہیں کامیابی ونجات کی راہ پر چلانے کے لئے آتے ہیں۔ وہ اپنے دعویٰ پر دلائل، بینات اور براہین پیش کرتے ہیں۔ وہ مخالفین کے غلط خیالات کو باطل ثابت کرنے کے لئے ناقابلِ تردید عقلی دلائل پیش کرتے ہیں، ایسے عقلی دلائل جن پر مخالفین دم بخود رہ جاتے ہیں۔

مخالفت کی وجہ

خدا کے فرستادوں کے دلائل اور بینات سے عاجز آ کر ایمان لانے کی بجائے مکذّبین اور منکرین اپنی ضد اور انکار میں اَور بڑھ جاتے ہیں۔ راہِ حق کو قبول کرنے کی بجائے وہ باطل کی ڈگر پر سرپٹ دوڑنا شروع کر دیتے ہیں اور آخر ہلاک و برباد ہو جاتے ہیں۔ یہ باطل پرست لوگ اپنے مذہبی عقائد واعمال کی صحت پر کوئی دلیل قائم کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پر جھوٹے اور مفتریانہ الزامات تراشنا شروع کر دیتے ہیں اور جاہل عوام کو اشتعال دلانے کے لئے ایسی سازشیں ، ایسے منصوبے اور ایسی شورشیں کرتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ تاریخِ مذاہب کا یہ کتنا المیہ ہے کہ جو برگزیدہ بندے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاحِ خلق کے لئے مامور ہوتے ہیں تاریکی کے فرزند' انہیں مفسد اور بنی نوع انسان کے بدخواہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے خلاف صدہا قسم کے بے بنیاد الزام لگاتے ہیں۔ خدا کے فرستادے ہزار کہتے رہیں کہ ہم تم سے کوئی اجر نہیں چاہتے۔ ہمیں تمہاری حکومتوں اور تمہارے ملکوں سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم تو تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور سچائی کی ڈگر پر چلانے کے لئے آئے ہیں۔ وہ ہزار یہ اعلان کرتے رہیں مگر حق کے دشمن عوام کو بھڑکانے کے لئے کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ مدعیٔ وحی والہام تم سے تمہارا ملک چھیننا چاہتا ہے، تم کو ملک بدر کرنا چاہتا ہے، تم پر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، تمہاری تہذیب وثقافت کو برباد کرنا چاہتا ہے، تمہارے شیرازہ کو بکھیرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

شوروغوغا کا اصل مدّعا

ان دشمنانِ صداقت کا مدّعا اِس قسم کی شورشوں سے یہ ہوتا ہے کہ لوگ نبیوں اور ماموروں کی باتوں کو ٹھنڈے دل سے نہ سُن سکیں اور ان کی خالص مذہبی تحریک پر کان نہ دھریں۔ وہ عوام کو گمراہ کر کے انہیں نبیوں کی باتوں کے سُننے اور ان کے دلائل پر غور کرنے سے روکنے کے لئے یہ سب منصوبے بناتے ہیں۔

مخالفین کا آخری حربہ

قرآن مجید بتلاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے خالص مذہبی پیغام لے کر دربار میں پہنچے تو پہلے فرعون نے اپنی ہوشیاری اور شاطرانہ چالوں سے انہیں مات دینی چاہی۔ توحید کے خلاف تمسخرانہ انداز اختیار کیا، موسیٰ علیہ السلام کو مختل الدماغ انسان قرار دے کر توجہ دوسری طرف پھیرنی چاہی لیکن جب اس کے یہ سارے حربے ناکام ہو گئے اور اُسے حق و صداقت کے سامنے کوئی نہ سوجھتا تھا تو اس نے نہایت چالاکی سے سردارانِ قوم سے اہلِ ملک کو برانگیختہ کرنے کے لئے اعلان کر دیا:

ترجمہ: فرعون نے اپنے اِردگرد کے سرداروں سے کہا۔ یہ موسیٰ تو بہت ہوشیار جادوگر ہے۔ اس کا ارادہ یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہارا ملک چھین لے اور تمہیں ملک بدر کر دے۔ اب تم کیا فیصلہ کرتے ہو۔ (الشعراء:۳۶،۳۵)

اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب ہو کر کہا:

ترجمہ: کہ آپ کے آنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمیں آپ خفیہ سازش کے ذریعہ ہمارے ملک سے نکال دیں؟ (طٰہٰ ۳ع)

سرداران قوم نے فرعونِ مصر کی شہ پا کر سارے ملک میں آگ لگا دی اور ہر جگہ لوگوں کو اُکسا کر کہتے پھرتے تھے۔

ترجمہ: فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا۔ یہ موسیٰ تو بہت ہوشیار جادوگر ہے۔ اس کا مقصد یہی ہے کہ وہ تمہیں ارضِ مصر سے نکال دے اور خود اس پر قابض ہو جائے اب تم بتاؤ کہ کیا کرنا چاہیے؟ (اعراف:۱۱۱،۱۱۰)

ترجمہ: قوم کے لیڈروں نے لوگوں سے کہا کہ موسیٰ اور ہارون دو ہوشیار سازشی ہیں۔ ان کا ارادہ یہی ہے کہ تمہیں ملک سے محروم کر دیں اور تمہاری بہترین ثقافت اور مذہب کو تباہ کر دیں۔ اب تم ان کے مقابلہ کے لئے بالاتفاق کوئی تدبیر کرو اور سارے مل کر ان کا مقابلہ کرو۔ (طٰہٰ:۶۵،۶۴)

ترجمہ: انہوں نے کہا۔ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں ان کاموں

سے موڑ دے جن پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو عمل کرتے ہوئے پایا اور تم دونوں ملک میں اپنی بڑائی قائم کرنا چاہتے ہو۔ (یونس: ۷۹)

فرعون مصر نے مذہبی اور سیاسی ہر دو گروہوں کو حضرت موسیٰ کے خلاف انگیخت کرتے ہوئے اعلان کیا:

ترجمہ: مجھے تو سخت خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ یہ موسیٰ تم لوگوں کے دین کو بدل دے گا اور ملک میں سخت فساد پیدا کرے گا۔ (المؤمن: ۲۷)

اس ساری شورش کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرعون نے اپنے ملک کے جادوگروں کو حضرت موسیٰ کے مقابلہ پر لا کھڑا کیا۔ مقابلہ ہوا۔ جادوگر فوراً سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰ ہماری طرح کے جادوگر نہیں ہیں یہ تو خدا کے فرستادہ ہیں اور اسی وقت میدان ہی میں ایمان لے آئے۔ اب پھر فرعون کی شاطرانہ ذہنیت آڑے آئی۔ اس نے ان مومن جادوگروں کو دھمکاتے ہوئے کہا:

ترجمہ: کہ تمہارا اِس طرح میری اجازت کے بغیر ایمان لے آنا بتاتا ہے کہ تم نے اِس ملک اور اِس شہر کے خلاف ایک خطرناک سازش کی ہے تا کہ باشندگانِ ملک کو جلاوطن کر دو۔ تمہیں اس کے انجام کا عنقریب پتہ لگ جائے گا۔ (اعراف: ۲۴)

فراعنہ کے اس طریق کار سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کے منکر کس طرح جھوٹ پر بنیاد رکھ کر اشتعال دلاتے ہیں۔ وہ مذہبی لوگوں کو مذہب کا نام لے کر اُکساتے ہیں اور سیاسی لوگوں کو ملک کی حفاظت کے نام پر اُبھارتے ہیں مگر ان لوگوں کا یہ صریح ظلم ہے کیوں کہ انبیاء علیہم السلام لوگوں سے ملک چھیننے کے لئے نہیں آیا کرتے اور نہ ان کے دشمن ہوتے ہیں۔

فراعنہ کا یہ طریق کار انوکھا نہ تھا۔ ان سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے بارہ میں قوم کے سرداروں نے یہی گندہ حربہ استعمال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: کہ انہوں نے کہا کہ اے لوگو! یہ نوح تمہاری طرح ایک انسان ہے اس کا دعویٔ رسالت سے صرف یہ مقصد ہے کہ وہ تم سے اپنی بڑائی منوانا چاہتا ہے۔ (المومنون: ۲۵)

تاریخِ انبیاء پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کے مقابلہ پر دشمنوں نے یہی ناکارہ اور بوسیدہ ہتھیار استعمال کیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام فلسطین میں یہودیوں کی اصلاح کے لئے اس وقت مبعوث ہوئے جب فلسطین پر رومی حکومت کا قبضہ تھا اور یہودی ایک غیر قوم کے ماتحت زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہودی علماء نے حضرت مسیح کے خلاف بھی اس قسم کی سازش کی۔ انجیل میں لکھا ہے کہ:

''وہ (یہودیوں کے فقیہہ اور سردار کاہن) اس کی تاک میں لگے اور جاسوس بھیجے کہ راستباز بن کر اس کی کوئی بات پکڑیں تا کہ اس کو حاکم کے قبضے اور اختیار میں دے دیں۔ انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اے استاد! ہم جانتے ہیں کہ تیرا کلام اور تعلیم درست ہے اور تو کسی کی طرف داری نہیں کرتا بلکہ سچائی سے خدا کی راہ میں تعلیم دیتا ہے۔ ہمیں قیصر کو خراج دینا روا ہے۔ یا نہیں؟ اس نے ان کی مکاری معلوم کر کے ان سے کہا کہ ایک دینار پر مجھے دکھاؤ اس پر کس کی صورت اور نام ہے؟ انہوں نے کہا قیصر کا۔ اس نے ان سے کہا پس جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔'' (لوقا ۲۰: ۲۰-۲۵)

اس حوالہ پر غور کرنے سے ان تمام شرارتوں اور شورشوں کا نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے جو یہودی علماء حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے خلاف اختیار کرتے رہے تھے۔ اگر حضرت مسیحؑ فرماتے کہ تم قیصر کو خراج مت دو تو وہ شریر لوگ رومی حکومت کو اُکساتے کہ مسیحؑ بغاوت کی تعلیم دیتا ہے اور اگر کہتے کہ قیصر کو خراج دو تو وہ یہودی عوام کو انگیخت کرتے کہ یہ عجیب مسیحا ہے جو ہمیں رومی حکومت کی غلامی کی تلقین کرتا ہے۔ حضرت مسیحؑ نے ان کی سازش کو بھانپ کر ایسا مسکت جواب دیا کہ وہ دم بخود رہ گئے۔

فرعون کے پاس اقتدار اور سلطنت تھی۔ انہوں نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کی دعوتِ حق کو براہ راست سیاسی مسئلہ بنا کر عوام کو بھڑکایا۔ حضرت مسیحؑ کے وقت کی آسمانی دعوت کو بالواسطہ سیاسی مسئلہ بنا دیا اور پیلاطوس کے ذریعہ سے مسیح کو صلیب پر مارنے کی ناپاک کوشش کی۔

ابتلاؤں کی پانچ قسمیں

قرآن کریم میں ایمان لانے والوں کے لئے پانچ ابتلاؤں کا ذکر آتا ہے۔

سورۃ البقرۃ آیت 156 میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسم کے ابتلاؤں کا ذکر فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ہم اپنی نجات کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ تم ان ابتلاؤں میں سے گزرے بغیر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔

❶۔ **خوف:** ایک ابتلاء یہ ہوگا کہ دشمنوں کے حملوں کا خوف تمہیں لاحق ہوگا۔ ساری قومیں تمہارے خلاف کھڑی ہو جائیں گے اور تم پر حملہ کریں گی۔ حکومتیں تم سے ناراض ہو جائیں گی اور تمہارے مٹانے کی کوششیں کریں گی۔ یہ چیزیں ایسی ہیں جن سے بزدل لوگ ڈر جاتے ہیں اور کہتے ہیں خدا جانے اب کیا ہوگا اور بہت سے لوگوں کے حوصلے اس خوف سے پست ہو جاتے ہیں۔ ان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ پبلک اور حکومت نے ہمارے خلاف جتھہ بنالیا ہے۔ یا پنچائت نے ہمارے خلاف فیصلہ کر دیا ہے۔

❷۔ **بھوک پیاس:** پھر اس سے ترقی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھوک کے ذریعہ مومنوں کے ثبات قدم کا امتحان لیتا ہے۔ بھوک کی تکلیف سے یہ مراد ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے مامور کی آواز پر ایک گروہ جمع ہوتا ہے تو لوگ ان کا بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔ ملازمتوں سے برخواست کر دیتے ہیں۔ دوکانوں سے سودا نہیں دیتے۔ پیشہ وروں سے کام لینا بند کر دیتے ہیں گویا پہلے تو صرف دھمکیاں دیتے ہیں۔ جن کی وجہ سے خوف لاحق ہوتا ہے کہ وہ کہیں نقصان پہنچا دیں مگر دوسرے قدم پر وہ عملی رنگ میں بھوک اور پیاس کے سامان پیدا کر دیتے ہیں مثلاً یہ کہ ان کو کوئی سودا نہیں دیتا۔ ان کے پاس غلہ نہیں بیچتا۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ کو جب شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا تو ہر قسم کے کھانے پینے کی چیزیں روک لی گئیں اور یہ بائیکاٹ کا سلسلہ ایک لمبے عرصے تک جاری رہا۔

❸۔ **مال کا لوٹنا:** پھر فرماتا ہے کہ ان مصائب کا سلسلہ یہیں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ تمہارے مالوں کا لوٹنا بھی جائز قرار دے دیا جائے گا۔ گویا پہلے تو اپنے پاس مال

واسباب اور سودا اور غلہ وغیرہ دینا بند کیا جائے گا اور پھر مومنوں کے پاس جو کچھ اندوختہ ہوگا اسے بھی لوٹنا جائز قرار دے دیا جائے گا۔

❹۔ **جان پر حملہ:** لیکن جب اس سے بھی کچھ نہیں بنتا تو پھر وہ مومنوں کی جانوں پر حملہ شروع کر دیتے ہیں۔

❺۔ **اولاد پر حملہ:** لیکن جب وہ جان دینے سے بھی باز نہیں آتے تو ان کی اولادوں پر حملے کرنے لگ جاتے ہیں۔

دوہرا ثواب حاصل کرنے کا نسخہ

ابتلاؤں کے وارد ہونے سے قبل خود ابتلاؤں میں مبتلا ہو کر دوہرا ثواب حاصل کرنے کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

''پس جس کے حضور انسان نے ایک نہ ایک دن حاضر ہونا ہے وہ اگر اس سے خوش نہیں تو پھر اس ملاقات کے دن سرخروئی کیسے ہوگی؟ پس تم خود ہی پیشتر اس کے کہ خدا کی طرف سے تم پر خوف، جوع اور نقص اموال اور ثمرات کا ابتلا آوے خود اپنے اوپر ان باتوں کو اپنی طرف سے خدا کی خوشنودی کے حصول کے واسطے وارد کرلو تا کہ دوہرا اجر پاؤ اور یہ قدم خدا کے لئے اٹھاؤ تا کہ اس کا بہتر بدلہ خدا سے پاؤ۔ یہ مصائب دینی نہیں بلکہ صرف معمولی اور دنیوی ہوں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ دشمن برا بھلا کہہ لے گا۔ کوئی گندہ گالیوں کا بھرا اشتہار دے دے گا۔ یا خفگی اور ناراضگی کے لہجہ میں کوئی بودا سا اعتراض کر دے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَنْ يَضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى (ال عمران: ۱۱۲) یہ تکلیف ایک معمولی سی ہوگی، کوئی بڑی بھاری تکلیف نہ ہوگی۔ (الحکم جلد ۱۲ نمبر ۳۸.........۱۴؍جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۷-۸)

ابتلاؤں کا اجر، ذکر خیر کی صورت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تفسیر کبیر میں بیان فرماتے ہیں:

''جو لوگ ارضی اور سماوی آفات پر سچے دل سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی مغفرت سے حصہ دیتا ہے یعنی وہ ان کے نقصانات کا ازالہ کرتا اور ان کی ناکامی کو کامیابی میں اور تکلیف کو راحت میں بدل دیتا ہے۔ اسی طرح اُن پر اللہ تعالیٰ کا فضل حسنِ ثناء کی صورت میں نازل ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کی نیک شہرت دنیا میں قائم کر دیتا ہے اور لوگوں کی زبانوں پر ان کا ذکرِ خیر جاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ مسلمانوں نے اسلام کی اشاعت کے لئے کتنی بڑی قربانیوں سے کام لیا تھا۔ انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں اور اولادوں کو بلا دریغ قربان کر دیا اور کسی بڑی سے بڑی مصیبت کی بھی پرواہ نہ کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج دشمنانِ اسلام تک بھی ان کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ وہ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں مگر جب صحابہؓ کی قربانیوں کا ذکر آتا ہے تو وہ یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے جو نمونہ دکھایا وہ یقیناً بے مثال تھا۔ ایک فرانسیسی مورخ لکھتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر آتی ہے کہ ہمیں چند آدمی پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس مدینہ کی ایک ٹوٹی پھوٹی مسجد میں جس پر کھجور کی شاخوں کی چھت پڑی ہوئی تھی اور جو ذرا سی بارش سے بھی ٹپکنے لگ جاتی تھی، آہستہ آہستہ سرگوشیاں کرتے دکھائی دیتے تھے اور جب ہم ان کے قریب پہنچ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ آپس میں کیا باتیں کر رہے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپس میں یہ باتیں کر رہے ہیں کہ ہم قیصر و کسریٰ کو کس طرح شکست دیں اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ چند سالوں کے اندر اندر واقعہ میں ایسا ہی ہوگیا اور ان بے سروسامان اور کمزور درویشوں نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو پاش پاش کر دیا۔ غرض اشد ترین دشمنوں نے بھی تسلیم کر لیا کہ مسلمانوں کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی تھی اور وہ ان کی تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے۔''

(تفسیر کبیر جلد ۲۔ لغات: ۷۲)

مومنین کے لئے مقدر حالات

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس ضمن میں فرمایا ہے:

''ہر سہ قسم کے ابتلاء ضَرَّاء کے میدان میں بھی تمہیں دیکھنے پڑیں گے اور پھر خوف کی حالت طاری ہوگی کبھی دشمنوں کی دشمنی کے نتیجہ میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا ہے۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (الاحزاب: ۱۲) یہ زلزلہ جس کا اس آیت میں ذکر ہے دشمنوں کا پیدا کردہ تھا یعنی جنگ احزاب کے موقع پر عرب کے سارے قبائل اکٹھے ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے اور مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ ظاہری سامانوں کو دیکھتے ہوئے ان کا بچ جانا اور ہلاکت سے محفوظ رہنا بظاہر ناممکن تھا اور ان حالات کو دیکھتے ہوئے ان کی طبیعتوں میں طبعاً خوف کی حالت پیدا ہوئی لیکن ان کی روحانی تربیت کے نتیجہ میں اس خوف کی حالت میں وہ اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے دعائیں کرنی شروع کر دیں۔ ان کو نظر آ رہا تھا کہ حالات ایسے ہیں کہ دنیا ہمیں بچا نہیں سکتی لیکن ہم اپنے ربّ کو پہچانتے ہیں اور اس یقین پر قائم ہیں کہ ہمارا ربّ صرف ہمارا ربّ ہمیں بچا سکتا ہے۔ اس لئے وہ اس کی طرف جھکے اور انہوں نے دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قبول کیا اور اس قبولیتِ دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے کچھ پہلے بطور نعمت ذکر کیا یہ آیت هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔ سورہ احزاب کی بارہویں آیت ہے اور دسویں آیت اس طرح شروع ہوتی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (الاحزاب: ۱۰) جب مومنوں نے دعائیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قبول کیا اور اس طرح پر ان کے لئے اپنی نعمت اور فضل کے سامان پیدا کر دیئے اور ان کو محفوظ کر لیا ایسے حالات میں جب دنیا کا کوئی سہارا ان مسلمانوں کے لئے باقی نہیں رہا تھا وہ خوف زدہ کئے گئے تھے پھر انہوں نے اپنے ربّ کے حضور بڑی ہی عاجزی کے ساتھ جھک کر دعائیں کیں اور اس نعمت کو حاصل کیا۔''

(خطبات ناصر جلد ۱۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵؍دسمبر ۱۹۶۷ء)

ابتلاء میں دعاؤں کی کثرت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ حالات اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ تا تم اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہو اور دعائیں کرو اور خدا سے کہو کہ ہمارے سارے سہارے ٹوٹ گئے۔ صرف ایک تیرا

سہارا باقی ہے۔ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ اب تو ہم پر رحم کر اور اپنی مدد اور اپنی نصرت ہمارے لئے آسمان سے نازل کر۔ تب اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتا اور کہتا ہے۔ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ فکر نہ کرو جس طرح میں تمہارے قریب ہوں اسی طرح میری مدد بھی تمہارے قریب ہے۔ ساری طاقتوں اور ساری قدرتوں کا مالک جب ہمارے قریب ہے اور وہ اپنے قرب کا اپنے فعل کے ساتھ اظہار کرنا چاہتا ہے اور ہمیں مشاہدہ کروانا چاہتا ہے تو پھر یہ یقینی ہے کہ ہماری تکلیف دور ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے لئے پہنچ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے باساء اور ضراء اور زلزلہ میں تمہیں مبتلا کرنے کا انتظام اس لئے کیا کہ تا تم دعاؤں کے ذریعہ میری طرف جھکو اور جب تم دعاؤں کے ذریعہ میری طرف جھکو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان عاشقانہ التجاؤں کے نتیجہ میں تم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے حسن اور اس کے احسان کی شناخت تمہارے دل میں اس کی محبت پیدا کرے گی۔ پہلے تم عام مومن تھے اور اب تم خدا کے عاشق بن جاؤ گے اور تمہارا زندہ تعلق اپنے ربّ کے ساتھ قائم ہو جائے گا اور جب تمہارا زندہ تعلق اپنے ربّ کے ساتھ قائم ہو جائے گا تو پھر ہر خوف اور باساء اور ضراء کی حالت میں اللہ تعالیٰ اپنی معجزانہ نصرتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ معجزانہ تائیدات اور نشانات سے تمہاری مدد کرے گا اور جب تم اس طرح اپنے زندہ خدا کی زندہ قدرتوں کو اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کرو گے تو تمہارے ایمان میں زندگی پیدا ہوگی اور مضبوطی پیدا ہوگی اور جب تمہارے ایمان اس شکل اور اس رنگ میں مضبوط اور زندہ ہو جائیں گے اس وقت تم اس بات کے مستحق ہو گے کہ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ کہ تم خدا تعالیٰ کی رضا کی جنت میں داخل ہو جاؤ یہ نہ سمجھنا کہ اس زندہ اور مضبوط ایمان کے بغیر جو عشق الٰہی اور دعاؤں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے بعد انسان کو حاصل ہوتا ہے کوئی شخص جنت میں جا سکتا ہے اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ کیا اس کے بغیر تم جنت میں جا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں پس اپنے اندر ایک زندہ ایک مضبوط ایمان پیدا کرو اور ان راہوں کو اختیار کرو جن پر چل کر انسان اپنے ایمان کو مضبوط کرتا اور اس میں زندگی پیدا کرتا ہے۔ اگر تم اس طرح صراط مستقیم کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کو جذب کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں بھی داخل ہو جاؤ گے۔'' (خطبات ناصر جلد ۱۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۶۷ء)

ابتلاؤں میں غلبہ پر یقین محکم

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ ابتلاؤں کا زمانہ، دعاؤں کا زمانہ ہے اور سخت گھڑیوں ہی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت اور پیار کے اظہار کا لُطف آتا ہے۔ ہماری بڑی نسل کو بھی اور ہماری نوجوان نسل اور اطفال کو بھی، مرد و زن ہر دو کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب مہدی کے ذریعہ غلبہ اسلام کا جو منصوبہ بنایا ہے اُسے دُنیا کی کوئی طاقت ناکام نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے منصوبوں کو زمینی تدبیریں ناکام نہیں کیا کرتیں۔ پس غلبہ اسلام کا یہ منصوبہ تو انشاء اللہ پورا ہو کر رہے گا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے اسلام ساری دُنیا پر غالب آئے گا اور جیسا کہ ہمیں بتایا گیا ہے نوعِ انسانی کے دل جماعت احمدیہ کی حقیر قربانیوں کے نتیجہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فتح کئے جائیں گے اور نوعِ انسانی کو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں رب کریم کے قدموں میں جمع کر دیا جائے گا۔''

(خطبات ناصر جلد ۵۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶۔ اگست ۱۹۷۴ء)

آخری غلبہ کے تقاضے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت اِس وقت مہدی اور مسیح علیہ السلام کی جماعت ہے اور وہ احمدی جو یہ سمجھتا ہے کہ ہمیں دُکھ نہیں دیئے جائیں گے ہم پر مصیبتیں نازل نہیں کی جائیں گی، ہماری ہلاکت کے سامان نہیں کئے جائیں گے ہمیں ذلیل کرنے کو ششیں نہیں کی جائیں گی اور آرام (کے) ساتھ ہم آخری غلبہ کو حاصل کر لیں گے وہ غلطی خوردہ ہے۔ اُس نے اُس سنّت کو نہیں پہچانا جو آدمؑ سے لے کر آج تک انسان نے خدا تعالیٰ کی سنت پائی۔ ہمارا کام ہے دعائیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کام ہے کہ جس وقت وہ مناسب سمجھے اُس وقت وہ اپنے عزیز ہونے کا اپنے قہّار ہونے کا جلوہ دکھائے اور کچھ کو ہلاک کر دے اور بہتوں کی ہدایت کے سامان پیدا کر دے۔ دیکھو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال ابھی میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے جو مخالف تھے اُن میں کتنے فی صد خدا تعالیٰ کے قہر کا نشانہ بنے؟ اور مارے گئے؟ بہت کم۔ باقیوں کے لئے وہ عذاب جو بار بار مختلف شکلوں میں آتے تھے وہ ان کے لئے عبرت کا موجب بنے اور ہدایت کا ذریعہ بن گئے۔''

(خطبات ناصر جلد ۵۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ر مئی ۱۹۷۴ء)

جماعت احمدیہ پر مختلف وقتوں میں ابتلاؤں کے دَور آئے اور بے شمار برکات چھوڑ کر چلے گئے۔ جماعت خدائی وعدوں کے مطابق ترقی کرتی چلی جارہی ہے۔ آجکل بھی جماعت پر مشکلات اور مصائب کا وقت آیا ہے اور یہ وقت بھی آخرکار گزر جائے گا۔ ان حالات کے مطابق ہمارے پیارے امام نے مورخہ ۲۰ مئی ۲۰۱۱ء کے خطبہ جمعہ میں جماعت کی حفاظت کے لئے درج ذیل دعاؤں کی تحریک فرمائی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ان دعاؤں کے ورد کو اپنا معمول بنالیں:

❶۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُکَ فِیۡ نُحُوۡرِھِمۡ وَ نَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شُرُوۡرِھِمۡ۔

(اے اللہ! ہم ان مخالفین کے مقابلہ میں تجھے لاتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔)

❷۔ رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحۡفَظۡنِیۡ وَانۡصُرۡنِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ۔

(اے میرے ربّ! ہر چیز تیری خادم ہے پس مجھے حفاظت میں رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔)

❸ . رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ.

(اے میرے ربّ! مجھ پرظلم کیا گیا ہے تو ہی انتقام لے۔)

❹ ۔رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَ اَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ۔

(اے میرے ربّ! مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے اور صالحین میں شامل کرلے۔)

نیز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے روزانہ دو نوافل پڑھنے کی بھی تحریک فرمائی ہے۔اور ہر ہفتہ کے دوران کسی معین دن میں روزہ رکھنے کی بھی تحریک فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مقدس امام کی آنکھوں کی ٹھنڈک بننے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین



رسالہ انصارالدین کے لئے قلمی معاونت

رسالہ انصارالدین کے لئے ایسے علمی اور تحقیقی مضامین لکھنے والوں کی ضرورت ہے جو اس سلسلہ میں دلچسپی رکھتے ہوں۔اُن کی خواہش پر راہنمائی بھی کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح ایسے احباب جو ترجمہ کرنے میں مہارت رکھتے ہوں خصوصاً اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرسکتے ہوں، اُن سے بھی درخواست ہے کہ اس مقصد کے لئے خود کو پیش کریں۔

مزید معلومات کے لئے مدیر اعلیٰ سے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ کیا جاسکتا ہے:

0208-9920843

اعتذار اور ضروری تصحیح

نومبر و دسمبر 2013ء کے شمارہ کے 'انصار ڈائجسٹ' میں ایک کتاب 'یادوں کے جگنو' کا تعارف شامل اشاعت کیا گیا تھا۔اس کتاب میں سے جو انتخاب ہدیۂ قارئین کیا گیا تھا اُس میں سے دو اشعار میں غلطی کی نشاندہی ہوئی ہے۔ یہ دو اشعار درستی کے بعد درج ذیل ہیں:

تُو وہ کہ ڈال دیتا ہے جھولی میں سب کی خیر
میری طرف بھی ڈال لے رحمت کی اِک نظر

....

یونہی سروری ہاتھ آئی نہیں تھی
دیوں کو لہو سے جلانا پڑا تھا

بقیہ از صفحہ 15:

علم اور علماء

صاحب کے سر پر گری۔اس بظاہر ذلت آمیز فعل سے حضرت مولوی صاحبؓ کی روح وجد میں آگئی اور آپؓ نے محویت کے عالم میں پنجابی میں کہا ''پااے مائی پا'' یعنی اے بڑھیا اور راکھ ڈالو۔

حضرت مسیح موعودؑ جب اس سفر سیالکوٹ سے واپس قادیان تشریف لے گئے تو حضرت مولوی صاحب وہیں پیچھے رہ گئے۔اس وقت بعض شریروں نے آپ کو احمدی ہونے کی بنا پر نشانہ بنایا اور آپ کو پکڑ کر آپ کے منہ میں گوبر ٹھونس دیا۔اس پر بھی حضرت مولوی صاحبؓ کی روح وجد میں آئی اور آپ کے منہ سے یہ فقرہ نکلا کہ ''او برہانیا اے نعمتاں کتھوں''، یعنی اے برہان یہ نعمتیں روز روز اور ہر شخص کو کہاں نصیب ہوتی ہیں۔(ہفت روزہ بدر، قادیان 10 جولائی 2002 ،صفحہ 7)

ان دونوں بزرگ علماء (یعنی حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی اور حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ جہلمی) کی وفات کے بعد جماعت میں ایک خلا سا محسوس کیا جانے لگا۔ چنانچہ یہ تجویز کیا گیا کہ جماعت میں علماء پیدا کرنے کے لیے ایک علیحدہ دینی درسگاہ قائم کی جائے جس پر مدرسہ احمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔جس نے بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں جامعہ احمدیہ کا روپ دھارا اور جس کے فارغ التحصیل علماء دنیا کے اکثر ممالک میں موجود ہیں۔یہ وہ علماء ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں، اپنا علم، اپنی صلاحیتیں، اپنی توانائیاں اور طاقتیں محض اللہ کے لیے اور اس کی رضا کے حصول کے لیے وقف کرکے اپنے آپ کو اسلام اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کے لیے خلیفۃ المسیح کے سپرد کردیا ہوا ہے۔

13۔ قرب قیامت کی ایک نشانی

قیامت کب ہوگی اور کیسے ہوگی اس کا حقیقی علم تو اللہ ہی کو ہے جو حکیم و علیم ہستی ہے۔تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے قیامت کی بعض علامات کو رسول اللہ ﷺ پر ظاہر فرمادیا تھا۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر قیامت کی بے شمار نشانیاں ان کے وقوع سے پہلے پیش گوئی کے رنگ میں اپنے صحابہؓ کے سامنے بیان فرمادی تھیں۔آپؐ نے قیامت کی ان نشانیوں میں سے ایک نشانی ان الفاظ میں بیان فرمائی تھی کہ ''علم باقی نہیں رہے گا۔لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے۔ان سے دین کی باتیں پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے۔وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔(مشکوۃ کتاب العلم)

حرف آخر

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنوں سے جہاں اور بہت سے وعدے کئے ہیں ایک وعدہ یہ بیان فرمایا: یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ:12) اللہ ان کو جو کہ مومن ہیں اور ان کو جو علم والے ہیں درجات میں بڑھادے گا۔یہ وعدہ الٰہی ہر اس مومن کے لیے پورا ہوگا جو علم کو تقویٰ کے حصول اور اپنے اندر خشیت الٰہی پیدا کرنے کے لیے حاصل کرے گا۔وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِهٖ

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

"میری پونجی"

(دوسرا اور آخری حصہ)

محترمہ صفیہ بشیر سامی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ محترمہ حلیمہ بیگم صاحبہ 1913ء میں ہرسیاں میں پیدا ہوئیں۔ امّی کے والدین حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ آف ہرسیاں اور حضرت برکت بی بی صاحبہؓ دونوں 1895ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت سے مشرف ہوچکے تھے۔ یہ خاندان 1917ء میں ہجرت کر کے قادیان آبسا۔ گھر کا ماحول بہت سادہ، دیندار اور علم پرور تھا۔ کُل 5 بھائی اور 4 بہنیں تھیں۔ بڑے بھائی محترم مولانا عبدالغفور ابوالبشارت صاحب سلسلہ کے جید مناظر اور مبلغ تھے۔ ایک بھائی مکرم صالح محمد صاحب کو بحیثیت تاجر مبلغ افریقہ میں خدمات کا موقعہ ملا۔ ایک بھائی مکرم میاں عبدالرحیم صاحب دیانت قادیان میں درویش رہے۔

امّی نے پانچویں جماعت تک سکول میں تعلیم پائی۔ آپ کی شادی 1935ء میں لدھیانہ کے جس خاندان میں ہوئی اُس کی اکثریت احمدیت مخالف اور تعلیم سے نابلد تھی۔ شوہر بھی نواحمدی تھے۔ لیکن آپ بہت تقویٰ شعار، خدا سے پیار کرنے والی بے حد صابر شاکر تھیں چنانچہ اپنے حسن سلوک سے اور بار بار اپنے جذبات قربان کر کے دوسروں کی مدد کرتے ہوئے سب کے دل جیت لئے۔ اسی لئے قریباً سب غیراز جماعت عزیزوں نے قادیان کی زیارت بھی کر لی تھی۔

امّی بہت بہادر تھیں۔ تقسیم ہند کے ہنگاموں کے دوران بیٹیوں کے ساتھ گھر پر اکیلی ہوتیں تو ایسے میں رات بھر ایک ڈنڈا ہاتھ میں پکڑے، مردانہ پگڑی باندھ کر چھت پر پہرہ دیا کرتیں۔ قیام پاکستان کے بعد جب مجاہد فورس کے رضاکار بھجوانے کی تحریک ہوئی تو جماعت کی نظر انتخاب ابا جان پر پڑی۔ لیکن مجبوری یہ تھی کہ سب بچے چھوٹے چھوٹے تھے اور امی اُمید سے تھیں۔ لیکن امی نے نہایت توکل سے جواب دیا کہ آپ بے فکر ہو کر جائیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔

جب ابا جان مشرقی افریقہ چلے گئے تاکہ مالی حالات کچھ بہتر ہوسکیں تو ہم ربوہ منتقل ہوگئے۔ ربوہ کے ابتدائی حالات میں مشکلات ہی مشکلات تھیں۔ لیکن امّی نے ان مشکلات کا جوانمردی سے مقابلہ کیا اور دعا کے ساتھ بچوں کی پرورش میں مصروف رہیں۔ پھر خود محنت کر کے زمین خرید کر اس پر چھوٹا سا مکان بنوایا۔ غیر آباد جگہ میں ساری رات جاگ کر پہرہ دیتیں۔ بہادر اتنی تھیں کہ سانپ بچھو تو اُن کے لیے معمولی بات تھی۔ شروع شروع میں تو بچھو ہر وقت نکلتے تھے۔ سانپ بھی کئی بار نکلے، امی ان کو بے دھڑک مار دیتی تھیں۔

ہمسایوں کا بے حد خیال رکھتیں۔ پکانے سے پہلے ہی یہ سوچ کر کھانا بناتا کہ ہمسایوں کا بھی حق ہے۔ نلکے سے پانی بھرنے سے کبھی کسی کو نہیں روکا۔ قرآن مجید کی عاشق تھیں، خود بھی تلاوت کرتیں اور ہمیں بھی تلقین کرتی رہتیں۔ بے شمار بچوں میں قرآن کریم کی نعمت بانٹی۔ ابا جان کو بھی قرآن کریم امّی نے ہی پڑھایا۔ بیماروں کی عیادت کرنا، کسی کی وفات پر دلجوئی کرنا اور مالی یا دیگر مدد کرنا فرض سمجھتیں۔ کبھی کسی کو قرض دیتیں تو پھر کبھی واپسی کا تقاضا نہ کرتیں۔ سب کے وقار کا خیال رکھتیں۔ نام کی طرح دل کی بھی بہت حلیم تھیں، دکھ تو کسی کا بھی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ کئی ضرورتمندوں کو مہینوں گھر پر رکھا اور اُن کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ اُس نامساعد دَور میں بھی ہمارے گھر میں بجلی کا پنکھا لگا ہوا تھا۔ محلّہ کی عورتیں اکثر آتیں اور امی اپنی سہیلیوں کو بھی بلالیتیں کہ دوپہر پنکھے کے نیچے گزارو۔ گھر میں فریج تھا۔ برف بنا کر زیادہ سے زیادہ لوگوں میں تقسیم کرتیں۔ جمعہ کی دوپہر ٹھنڈا پانی حمام میں ڈال کر باہر رکھ دیتیں۔ 1974ء میں چنیوٹ سے کئی رشتہ دار دو ماہ تک ہمارے ہاں ٹھہرے۔ ربوہ کے شروع کے دنوں میں جب جمعدارنی ٹوکری اٹھائے گھر گھر صفائی کرتی تو ایک بار جب ہماری جمعدارنی امید سے تھی تو امّی اُس کے لئے باقاعدگی سے کھانے کی کوئی اچھی چیز نکال کر رکھتیں۔ بالکل آخری دنوں میں تھی تو ایک دن وہ ٹوکری اُٹھانے لگی مگر وہ اُس کو سنبھال نہ سکی اور ساری کی ساری ٹوکری اس کے اوپر گر گئی۔ وہ پوری کی پوری گند سے بھر گئی۔ امّی نے اُس کو خود نہلایا اور اپنے کپڑے اُس کو پہنائے۔ گرم گرم چائے بنا کر دی اور بھائی کو اُس کے گھر بھیجا کہ آکر اُسے لے جائیں۔

ابا جان 17 سال افریقہ میں رہے۔ چھ سات سال بعد آیا کرتے۔ اس زمانہ میں بھی باپ کی غیر موجودگی میں بچوں کو پالنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ بچوں کی تربیت کا خیال ان کی پڑھائی اور باہر کی دنیا سے محفوظ رکھنا وغیرہ۔ بے جا روک ٹوک نہیں کرتی تھیں مگر دین کے معاملہ میں نرمی نہیں کی۔ نماز اور جماعتی پروگرام میں کبھی ناغہ نہ ہونے دیتیں۔

ابا جان 1969ء میں لندن آگئے اور امی بھی 1974ء میں یہاں آگئیں۔ یہاں بھی دل بھر کر جماعتی کاموں میں حصہ لیا۔ جمعہ باقاعدگی سے ادا کرتیں۔ پردہ کی اتنی پابند تھیں کہ زندگی کے آخری دَم تک برقعہ پہنا۔ وصیت تیسرے حصہ کی کی ہوئی تھی۔ ایک بار آپ کے گھر میں چوری ہوگئی اور چور ہر قیمتی چیز لے گئے۔ کچھ روز بعد صفائی کرتے ہوئے ایک گٹھڑی میں بندھا ہوا آپ کا اپنا اور اپنی بہو کا زیور مل گیا۔ اُن دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اسلام آباد کی زمین کے لئے چندہ کی تحریک کی ہوئی تھی۔ دونوں نے وہ سارا زیور اُس تحریک میں دے دیا۔

امّی اباجان کی بہت خدمت گزار تھیں۔ ہر کام اُن کی رضامندی سے کرتیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کی بے حد عزت اور خدمت کی، ایک دوسرے سے تعاون، محبت، ہمدردی، احترام وتکریم اور ایثار کا ایک نمونہ بنے رہے۔

میرے والدین کو اپنی ایک جواں سال بیٹی کی وفات کا غم بھی دیکھنا پڑا جس نے دونوں کی صحت پر بہت بُرا اثر ڈالا۔

امّی کی آخری بیماری بہت لمبی نہیں تھی۔...... آپ کی وفات ہوئی۔ تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

میرے اباجان محترم شیخ محمد حسن صاحب اپنے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرے والد کا نام محترم نور محمد صاحب اور والدہ کا نام مکرمہ فاطمہ بی بی صاحبہ تھا جو بڑی وضع دار خاتون تھیں۔ گھر میں نہ صرف اپنے بچوں کی کثرت تھی بلکہ والد کی عادت تھی کہ رشتہ داروں میں اگر کوئی یتیم ہوتا تو اسے گھر لے آتے۔ چنانچہ اٹھارہ بیس افراد ہر وقت گھر میں ہوتے تھے۔ اتنے بچوں کو قابو میں رکھنا ایک مضبوط اعصاب والی خاتون کا تقاضا کرتا ہے اور وہ والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کر رکھے تھے۔ آپ ہر ایک کی مدد کے لئے تیار رہتیں۔ گھر قبرستان کے قریب تھا۔ جب بھی کوئی میت آتی تو آپ کوئی مشروب بنا کر لے جاتیں اور غمزدہ لوگوں کی ڈھارس بندھاتیں۔ اکثر رات کو محلّہ کے غریب گھروں میں جا کر اُن کی مدد کرتیں۔ مسجد فضل لندن کیلئے تحریک ہوئی تو اپنی سونے کی بالیاں چندہ میں دیدیں۔

۞ میرے والد محترم نور محمد صاحب ایک خاموش طبع،

غریب پرور اور ہر کسی پر ترس کھانے والے انسان تھے۔ پیشہ جلد بندی تھا۔ آمد زیادہ نہیں تھی لیکن ضرورتمندوں کی مدد دل کھول کر کرتے۔ توکل علی اللہ بہت تھا اور اللہ تعالیٰ کا ان سے سلوک بھی نرالا تھا۔ بچپن میں مَیں اور چھوٹا بھائی عید پڑھنے آپ کے ساتھ گئے تو آپ کی جیب خالی تھی۔ اس خیال سے کہ مَیں اپنے بچوں کو اَور تو کچھ نہیں دے سکتا، آپ ہمیں دریا کی سیر کروانے کے لئے لے گئے۔ وہاں غیر متوقع طور پر ایک پٹھان مزدور نے ہمیں اپنے پاس بٹھا کر پلاؤ کھلایا اور ہم بچوں کو ایک ایک آنہ عیدی بھی دی۔

۞ ایک بار جب مَیں اُن کے ساتھ جا رہا تھا کہ راستہ میں اُنہیں سانپ نے ڈس لیا۔ آپ سارا راستہ دعائیں پڑھ پڑھ کر پھونکتے رہے جن میں بکثرت درود شریف اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ شامل تھی۔ الحمدللہ کہ سانپ کے کاٹے کا کوئی بھی بداثر آپ پر نہ ہوا۔

۞ ایک بار آپ قادیان جانے کے لیے گاڑی میں سوار ہوئے لیکن گاڑی چلنے سے قبل اتر آئے۔ غالباً کوئی القاء ہوا ہوگا۔ بعد میں یہ گاڑی راستہ میں حادثہ کا شکار ہوگئی۔

۞ ایک بار خاکسار اور والد صاحب نے سٹیشن پر پہنچ کر بابو کو کچھ پیسے دیئے کہ فلاں جگہ کے دو ٹکٹ دیدو۔ اُس نے کہا دو آنے کم ہیں۔ ہمارے پاس وہی پیسے تھے۔ والد صاحب مجھے کہنے لگے کہ تم ٹرین پر چلے جاؤ مَیں پیدل آجاؤں گا۔ مَیں اصرار کرتا کہ آپ چلے جائیں مَیں پیدل آجاؤں گا۔ اتنے میں مجھے جیب میں کوئی سخت سی چیز محسوس ہوئی۔ دیکھا تو دو آنہ کی رقم نکلی۔ چنانچہ دونوں اکٹھے سفر پر روانہ ہوئے۔ آج تک سمجھ نہیں آئی کہ رقم میری جیب میں کہاں سے آئی۔

= والد صاحب جسمانی لحاظ سے اتنے مضبوط نہ تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے حضرت مسیح موعودؑ کو گالی دی تو آپ شدید صدمہ سے بے ہوش ہوگئے۔

۞ والدہ چونکہ میرے بچپن میں ہی وفات پا گئیں اور والد صاحب کے ساتھ کثیر تعداد بچوں کی رہ گئی۔ احمدیت کی مخالفت، بچوں کی شادیاں اور دیگر پریشانیاں درمیان میں حائل ہونے لگیں۔ کچھ شادیاں غیراحمدیوں میں ہونے لگیں اور ہم اس ملے جلے ماحول میں آگے بڑھنے لگے۔ والد کی طبیعت میں نرمی تھی اس لئے جس کا جدھر دل چاہا اس نے وہی راہ اختیار کی۔ ہم چھ بھائیوں میں سے تین احمدی ہوئے۔ ایک بہن نے بھی احمدیت قبول کی لیکن مخالف سسرال کے زیرِ اثر اُس کی اولاد احمدیت سے دُور رہی۔

۞ 1930ء میں ملک میں کئی قسم کی تحریکات چل رہی تھیں۔ میری طبیعت بھی جوشیلی تھی۔ ہر جلسے جلوس میں شامل ہوتا تھا۔ کشمیر موومنٹ چلی تو میں احرار جماعت میں شامل ہوا اور جلوس میں شامل ہو کر اسلام کے نام پر گرفتار ہوا۔ تین ماہ کی سزا ہوئی۔ مولوی گھروں کو چلے گئے اور ہم جیلوں میں۔ اس دوران رمضان آیا تو مَیں نے پورے روزے رکھے۔ جس سے دل کی سختی نرمی میں بدل گئی۔ گھر کے پاس امام باڑہ کی مسجد تھی۔ مَیں نماز کے لیے وہاں جانے لگا۔ وہاں ایک بزرگ مکرم رحیم بخش صاحب بھی آتے تھے۔ بہت کم گو تھے۔ ایک روز مجھے کہنے لگے کہ تم سارا کچھ دیکھ آئے ہو، یہ سارے شیطانوں کے ٹولے ہیں، مرزا صاحب سچے ہیں ان کو مان لو۔ مَیں نے کہا کہ آپ خود کیوں نہیں مان لیتے۔ کہنے لگے کہ میری بات چھوڑو۔ پھر اپنی ایک خواب سنائی جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں بتایا کہ اس زمانہ میں رسول کریم ﷺ کے تخت کی نگرانی کرنے پر میری ڈیوٹی لگی ہے۔

اُن کی بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کردیا اور جلسہ سالانہ پر اپنے بھائی کے ہمراہ قادیان چلا گیا۔ والدین تو احمدی تھے ہی صرف اپنی بھٹکی روح کو کسی کے سپرد کرنے والی بات تھی۔ جلسہ سنا اور لوگوں کا باہمی تعلق دیکھا، حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر گیا تو کوئی بدعت نہیں دیکھی۔ آخر حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے واپس لوٹا۔ یہ دیکھ کر والد صاحب کا حوصلہ بہت بلند ہوا۔ لیکن محلّہ والوں اور دکانداروں نے بائیکاٹ کردیا۔ پھر میرے چھوٹے بھائی منظور نے بھی بیعت کرلی جس سے ہمارا مزید حوصلہ بڑھا۔

۞ پھر میرے خالہ زاد غلام محمد صاحب بھی احمدی ہوگئے جو اگرچہ احمدی باپ کے بیٹے تھے لیکن پھر راہ راست سے ہٹ گئے تھے۔ مضبوط جسم کے مالک تھے۔ لمبا عرصہ فیصل آباد میں خادم مسجد رہے۔ اسیرِ راہ مولیٰ بھی ہوئے۔ اُن کے ایک پوتے وحید احمد کو فیصل آباد میں شہید بھی کردیا گیا۔

ایک روز ہم دونوں کبڈی کا میچ دیکھ رہے تھے۔ ہمارے محلہ کی ٹیم کسی دوسرے محلہ کی ٹیم سے بری طرح ہار رہی تھی۔ ہجوم میں سے کسی معتبر کی نظر ہم پر پڑی تو انہوں نے ہمیں کہا کہ میدان میں آجاؤ۔ ہم نے کہا کہ ہمارا تو آپ کے ساتھ بائیکاٹ ہے۔ انہوں نے کہا اس وقت محلّہ کی غیرت کا سوال ہے، مولوی تو یونہی فساد پیدا کرتے ہیں تم ان کی باتوں کو چھوڑو۔ آخر اُن کے مجبور کرنے پر ہم نے سوچا کہ یہ تو کوئی تصرّفِ الٰہی لگتا ہے اس لئے دعا کر کے ہم میدان میں اترے تو جلد ہی مخالف ٹیم شکست کھا گئی۔ اس پر بائیکاٹ کرنے والے ہی اپنے کندھوں پر اٹھا کر ہمیں جلوس کی شکل میں محلّہ میں لے کر آئے اور خوب خاطر مدارات کی۔ دراصل اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کے غلاموں کی فتح کا نشان دکھانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد بائیکاٹ خود بخود ختم ہوگیا۔

۞ میری منگنی غیراحمدی تایا کی بیٹی سے طے تھی۔ میری بیعت کے کچھ عرصہ بعد ہم پروگرام کے مطابق بارات لے جانے لگے۔ اُدھر لڑکی والوں کا گھر بھی مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ دیگیں پکی ہوئی تھیں اور جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ غرض شادی کی پوری تیاری تھی کہ ایک احراری مولوی نے لڑکی کے والد کو لعن طعن کی۔ اس پر لڑکی کے والد نے آکر مجھے دستخط کرنے کے لئے ایک کاغذ دیا جس پر لکھا تھا کہ مَیں احمدی نہیں ہوں اور تسلی دلائی کہ یہ تحریر عارضی ہوگی تاکہ وقت گزر جائے۔ وہ اسے معمولی مسئلہ سمجھتے تھے لیکن میرے لئے یہ زندگی اور موت والی بات تھی۔ چنانچہ ایک بزرگ کے گھر پنچایت لگی تو سب مجھے مجبور کرنے لگے کہ دستخط کردو بعد میں جو مرضی ہو جاؤ ہمیں پرواہ نہیں۔ دباؤ اتنا بڑھا کہ دل چاہتا تھا کہ بھاگ جاؤں لیکن ایسا کرنا بہت مشکل تھا۔ بس اللہ پر توکل کئے ڈٹا رہا۔ لڑکی والے تحریر چھوڑ کر اب زبانی اقرار کو ہی کافی سمجھنے لگے۔ جب کوئی صورت دکھائی نہ دی تو لڑکی کے والد نے اپنی پگڑی میرے قدموں میں رکھ دی۔ مَیں نے پگڑی اُٹھا کر اُن کے سر پر رکھ دی۔ انہوں نے پوچھا کیا تم مان گئے ہو کہ تم مرزائی نہیں ہو؟ مَیں نے کہا ہاں، مَیں یہ تو مانتا ہوں کہ مَیں مرزائی نہیں مگر بفضلِ خدا احمدی ضرور ہوں۔ یہ جواب سن کر لڑکی کا باپ سخت غصہ میں آگیا اور کہنے لگا کہ اگر یہ نہیں مانے گا تو یہاں تین خون ہو جائیں گے۔ مَیں نے اُن کو سمجھایا کہ مَیں اتنی دنیا کے سامنے کھڑا ہو کر یہ اعلان کر رہا ہوں کہ مَیں احمدی ہوں آپ بھی ہمت کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ میں نے لڑکی دینے کا وعدہ کیا ہے جتنی بھی مخالفت ہو یہ شادی ہوگی۔ اس پر وہ خاموش ہوگئے اور میٹنگ ختم ہوگئی۔ وہ غیراحمدی بزرگ جن کے گھر میٹنگ ہو رہی تھی مجھے کہنے لگے کہ میری اتنی عمر ہوگئی ہے مَیں نے ایسا نظارہ کبھی نہیں دیکھا کہ لڑکی والے اپنی پگڑیاں اتار کر لڑکے کے پاؤں میں رکھیں اور وہ اپنے ایمان پر قائم رہے۔ میرا مشورہ تمہیں یہی ہے کہ تم اپنا ارادہ پکا رکھو۔ مجھے تمہارا پیرو مرشد کامل لگتا ہے۔ مجھے اُن کی بات سے مزید تقویت ملی۔ میرے انکار پر لڑکی والے پریشان ہوگئے اور اس قدر رعب پڑا کہ رات کو ان کی طرف سے ایک وفد آیا جس نے پوچھا کہ آپ کوئی حرجانہ وغیرہ کا مقدمہ تو نہیں کرنے والے۔ والد صاحب نے اُن کو تسلی دی کہ ہمارا کوئی ایسا ارادہ نہیں۔

میرا شادی سے انکار شہر بھر میں تبلیغ کا سبب بن گیا تھا۔ اگرچہ ہمارے گھر میں احمدیت تو پہلے بھی تھی لیکن اب ایک ہیجان سا پیدا ہوگیا۔ غیر از جماعت دوستوں، عزیزوں پر

گہری چوٹ لگی جس پر ہمیشہ کے لئے اُن سے دُوری کے سفر کا آغاز ہوا۔ دوسری جانب جماعت کے ساتھ پہلے سے کہیں زیادہ قرب کی راہیں کھلنے لگیں۔

۞ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کی پہلی تقریری غالباً 1933ء میں لدھیانہ میں ہوئی اور مناظروں کا مرکز ہمارا گھر بنا۔ جلد ہی غیر احمدی مولوی مناظرہ سے بھاگنے لگے۔ پھر اُن کی جگہ محترم مولانا احمد خان نسیم صاحب آگئے تو اب یہ بات پورے شہر کے لیے چیلنج تھی کہ احمدیوں کے دلائل کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔ یہ مناظرے میرے لیے بہت تقویت کا باعث بنے۔ اور دوسری طرف بہت سوں کی ہدایت کا باعث بھی ہوئے۔ ایک عیسائی نے کہا کہ وہ مسلمان تھا لیکن مسلمان علماء کے علم اور کردار کو دیکھ کر عیسائی ہوگیا، اب اُس کی تسلی ہوگئی ہے اور دوبارہ مسلمان ہوتا ہے۔ چنانچہ اُس نے احمدیت قبول کرلی۔

۞ پھر قادیان میں میرے رشتہ کی تجویز ہوئی۔ مَیں اپنے ایک بھائی اور تایازاد کے ہمراہ وہاں پہنچا۔ حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے کی بیٹی مکرمہ حلیمہ بی بی صاحبہ کا رشتہ زیرِ غور تھا۔ لڑکی والوں نے خاکسار کا خاصا انٹرویو لیا۔ کم وبیش ہر بات کا جواب اُن کی امیدوں کے بر عکس تھا۔ انہوں نے میری تعلیم کا پوچھا تو جواب نفی میں تھا، کاروبار کا پوچھا تو کوئی ایسا کام نہ تھا جو مَیں بیان کرتا۔ والد صاحب کا ہاتھ بٹاتا تھا وہ بتادیا۔ آمد اندازاً پندرہ بیس روپے بتادی۔ بھائی ناراض ہوئے کہ اس طرح جواب نہیں دینا چاہئے تھا کم ازکم اپنی آمدنی تو معقول بتاتے۔ خاکسار اُن کی سرزنش پر خاموش رہا۔ مَیں بے فکر تھا کہ جو کچھ بتایا ہے سچ تو بتایا ہے۔ لڑکی والوں کی تسلی نہیں ہورہی تھی۔ خاکسار اپنا بیان دے کر وہیں چارپائی پر لیٹ کر سوگیا۔ میری بے فکری پر لڑکی والوں کو حیرت ہوئی اور ہمیں جواب دیدیا۔ ہم اگلے روز ناکام لاری کے اڈہ پر پہنچے۔ ابھی بس میں بیٹھنے ہی والے تھے کہ ہمیں واپس بلایا گیا۔ مجھے بتایا گیا کہ رات مولانا احمد خاں صاحب نسیم نے اس رشتہ کے لئے دعا کی تو اُن کو حضرت رسول کریم ﷺ کی زیارت ہوئی جس وجہ سے اس رشتہ کو بابرکت سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ 1934ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نکاح پڑھایا اور 1935ء میں شادی ہوئی۔

۞ خاکسار کے خسر حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ آف ہرسیاں مجھ سے بہت پیار کرتے تھے۔ مجھے بھی آپؓ سے عجیب سی محبت ہوگئی تھی۔ جب پارٹیشن ہوئی تو آپؓ نے خاکسار کے ساتھ ہی ہجرت کی تھی۔ آپ کافی ضعیف تھے۔ ٹرکوں میں طویل سفر بہت تکلیف دہ تھا۔ خاکسار کو خیال آیا تو ایک چارپائی اٹھالایا پھر خیال آیا تو کہیں سے گدّا اور تکیہ بھی لے کر آیا۔ اور اس طرح اُن کی بے شمار دعائیں لیں۔

= میری شادی کے چند روز بعد میری ایک غیر احمدی بھابی کا بھائی چوری کا سونا لایا جس کا مجھے کچھ علم نہ تھا۔ اُسے سنار کے پاس بیچنے کے لئے کسی کی ضمانت چاہئے تھی جو بھائی کے کہنے پر مَیں نے دیدی۔ معاملہ کھلا تو پولیس مجھے گرفتار کر کے لے گئی۔ اس پر مخالفین احمدیت نے خوشیاں منائیں۔ خاکسار کے والد میری نو بیاہتا اہلیہ کے پاس گئے اور دعا کے لئے کہا۔ میری بیوی نے جواب دیا کہ مجھے تو کوئی فکر نہیں کیونکہ مَیں نے خواب میں (اس عاجز کو) اچکن اور پگڑی میں دیکھا ہے اور یہ عزت کی نشانی ہے۔ بہرحال مجھے رات تھانہ میں گزارنا پڑی لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔ سپاہیوں نے پوچھا کیسے آنا ہوا۔ خاکسار نے وجہ بتائی تو انہوں نے مجھے کھانا کھلایا اور سونے کے لئے پلنگ بھی دیا۔ اگلے روز بھائی آکر مجھے چھڑا کر لے گیا۔ واپسی پر ہمیں مخالفین کا ایک وفد ملا جو تھانہ جارہا تھا تاکہ مجھے ڈاکو ثابت کرسکے۔ میری واپسی دیکھ کر انہیں بہت مایوسی ہوئی۔

۞ اُنہی دنوں مخالفت کے باوجود دارالبیعت کی چھت ڈلوانے کے لئے بھی مدد کی توفیق ملی۔ پھر مَیں ممبئی آگیا۔ یہاں جماعت کے انتخابات میں مجھے سیکرٹری تبلیغ چُن لیا گیا۔ مَیں اَن پڑھ تھا۔ مَیں نے اپنی مجبوری بتائی تو دوبارہ الیکشن ہوا لیکن جماعت نے پھر میرا ہی نام کثرت رائے سے منظور کیا۔ الحمدللہ کہ کچھ عرصہ کام کی توفیق بھی ملی۔

۞ جب خاکسار فیروز پور قلعہ میں ملازم تھا تو ایک روز کمشنر صاحب نے اپنے بچوں کی کچھ کتابیں کا پیاں مرمت کرنے کیلئے دیں۔ خاکسار نے مرمت کر کے واپس دے دیں اور کہہ دیا کہ بچوں کا کام کرنے کی مَیں کوئی اُجرت نہیں لیتا۔ کمشنر صاحب کے اصرار پر بھی مَیں نے پیسے نہیں لیے۔ پھر وہ کہنے لگے اگر میرے لائق کوئی کام ہو تو ضرور بتائیں۔ پاکستان بننے کے بعد ہم لاہور آگئے۔ نہ کوئی رہنے کی جگہ تھی اور نہ کوئی کاروبار تھا۔ کسی نے بتایا کہ وہ کمشنر فیصل آباد میں الاٹمنٹ افسر لگے ہوئے ہیں۔ وہاں پہنچا۔ لوگوں کا کافی ہجوم تھا۔ جب وہ میرے پاس سے گزرنے لگے تو مَیں نے اُن کو سلام کیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور فرمایا: کیا مجھ سے کوئی کام ہے؟ مَیں نے اپنی ضرورت بتائی تو اُنہوں نے اپنے آفیسر کو ہدایت دی کہ جو بھی یہ چاہتا ہے دے دیا جائے۔ ماتحت آفیسر نے بات سنی اَن سنی کردی۔ کچھ عرصہ بعد مَیں پھر اُن کے دفتر گیا۔ مجھے کوئی اندر ہی نہیں جانے دیتا تھا۔ اچانک اُن کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھے اندر بلوایا۔ میری پوری بات سنی پھر شاپ کلرک کو بلا کر کہا: تم ساتھ جاؤ اور جو بھی یہ کہتا ہے دلوادو۔ اس طرح مجھے فیصل آباد میں عین مسجد فضل کے سامنے لوہے سے بھری ہوئی دکان الاٹ ہوگئی۔ اتنے بڑے بڑے احسانات یہ سب اللہ تعالیٰ کے کرم ہیں۔

۞ مَیں اُن دنوں بے روزگار تھا اور اپنے عزیزوں کے پاس دہلی میں مقیم تھا۔ سوچا کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مزار پر جانا چاہئے۔ جیب خالی تھی چنانچہ پیدل مزار تک پہنچا۔ دعا کی اور پھر پیدل ہی گھر تک آیا۔ گھر پہنچا تو پاؤں میں چھالے تھے اور ساتھ تیز بخار ہوگیا۔ لیٹتے ہی مجھے کوئی ہوش نہیں رہی کہ مَیں کہاں ہوں۔ سوتے ہوئے خواب میں آواز آئی: 'جب تم بادشاہ ہو گے تو خاندانِ مسیح موعودؑ کو نہ بھولنا'۔ ایکدم میری آنکھ کھلی تو حیرت کی انتہا نہ تھی کہ کہاں مَیں اور کہاں بادشاہت کی خوشخبریاں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ سالہاسال بعد مجھ عاجز کو لنگر خانہ میں پوری دنیا پر پھیلے خاندان مسیح موعودؑ کی خدمت کی توفیق ملی۔

۞ یعقوب نامی ایک شخص دہریہ خیالات رکھتا تھا۔ ایک دن اُس نے بڑے طنز سے کہا کہ دیکھو کتنی شدید گرمی ہے، تم اپنے خدا سے کہو کہ بارش برسادے۔ پھر وہ پیچھے ہی پڑ گیا اور اپنی شوخی اور ضد میں بڑھتا چلا گیا۔ خاکسار نے اُسے سمجھایا کہ خدا تعالیٰ ہماری خواہشوں کا پابند نہیں ہے اور اس وقت باہر کسانوں کی فصلیں پڑی ہیں اگر بارش ہو تو اُن کے خراب ہونے کا خدشہ ہے۔ لیکن وہ سمجھنے کے بجائے مجھے کوسنے لگا، اس پر طبیعت دعا کی طرف مائل ہوگئی۔ اسی رات بادل آئے، گرج چمک ہوئی لیکن بارش نہ ہوئی۔ میرے دل میں خدشہ تھا اور وہی ہوا کہ جب کام پر پہنچا تو اُس نے طعنہ دیا کہ رات تمہارا خدا گرجا تو بہت لیکن برسا نہیں۔ مسلسل طنز کر کے اُس نے میرا بیٹھنا محال کردیا تو مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ شدید گرمی میں باہر نکل کر مَیں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کو اُس کی غیرت کا واسطہ دے کر دعا کی۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ نہ جانے کہاں سے آسمان پر بادل آئے اور میرے چہرہ پر بارش کے قطرے گرنے لگے۔ خاکسار نے پھر التجا کی کہ خدایا وہ اس طرح کی بارش سے تو نہیں مانے گا زوردار بارش ہو۔ اس پر اتنی زور سے بارش ہوئی اور ہوا کے تیز جھونکے چلنے لگے کہ وہ بے اختیار بول اُٹھا کہ میں مان گیا ہوں کہ تمہارا خدا زندہ ہے اور ساتھ ہی کہا کہ ایسا سلوک صرف مرزا صاحب کے ماننے والوں کے ساتھ ہی ہے، دوسروں کے ساتھ نہیں۔

۞ ایک بار مَیں حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ (یسرناالقران والے) کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک دوست جو کسی سرکاری محکمہ کے بڑے افسر تھے، وہاں آئے، دعا کی درخواست کی اور ایک خطیر رقم پیش کی۔ آپؓ نے یہ رقم لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا: مَیں دعا تو ضرور کروں گا لیکن یہ رقم آپ اٹھالیں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کریں۔ اسلام کی ترقی کے لئے یہ رقم کام آئے گی۔

۞ 1950ء میں مجھے فرقان فورس میں شمولیت کی توفیق ملی۔ جب مَیں محاذ پر جانے لگا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملنے گیا۔ آپؓ نے خاکسار کا نام پوچھا تو عاجز نے کہا: محمد حسن۔ حضورؓ نے فرمایا: کیا محمد اسلم؟ خاکسار نے کہا: نہیں حضور، محمد حسن۔ حضورؓ نے پھر فرمایا: اچھا اچھا محمد اسلم۔ تیسری بار پھر حضورؒ کو اپنا نام بتایا کہ محمد حسن ہے۔

مجھے محاذ پر جب بیٹے کی پیدائش کی اطلاع ملی تو مَیں نے وہیں سے حضورؓ کی خدمت میں نام رکھنے کی درخواست بھجوائی۔ جواب میں حضورؓ نے محمد اسلم نام تجویز کر کے بھجوایا۔

۞ 1950ء میں شدید سیلاب آیا تو ربوہ کی خیر و عافیت دریافت کرنے کے لئے محترم امیر صاحب فیصل آباد نے دو افراد کو بھجوایا جن میں سے ایک مَیں تھا۔ تیسرے دوست اپنی خوشی سے ہمارے ساتھ شامل ہوگئے۔ ہم تینوں رجوعہ تک بس میں اور پھر پیدل چل کر گہرے پانیوں میں سے گزرتے ہوئے ربوہ پہنچے۔ ہم اپنے ساتھ دودھ کے ڈبے تحفۃً لے کر گئے تھے۔ ربوہ خدا کے فضل سے بالکل محفوظ تھا بلکہ سیلاب کی وجہ سے تجارت کے ٹرک ربوہ میں رُک گئے تھے اور اُن کی وجہ سے اہل ربوہ کو پھلوں اور دیگر اشیاء کی فراوانی تھی۔

۞ جب جامعہ احمدیہ احمد نگر میں تھا اور مکرم حکیم خورشید احمد صاحب احمدیہ لائبریری میں کام کرتے تھے تو اُنہوں نے مجھے تقریباً بارہ کتابیں جلد بندی کے لئے دیں۔ مَیں کتابیں تیار کر کے بس کی چھت پر رکھ کر فیصل آباد سے روانہ ہوا۔ جب احمد نگر پہنچا تو معلوم ہوا کہ زیادہ تر کتابیں کہیں راستہ میں گر گئی تھیں۔ مجھے بہت فکر اور سخت صدمہ ہوا۔ پھر کتابوں کو ڈھونڈنے کا پکا ارادہ کر کے مولوی صاحب سے اُن کی سائیکل لے کر واپس لائل پور کی طرف دعا کرتے ہوئے چل نکلا۔ راستہ میں ملنے والا ہر شخص لاعلمی کا اظہار کرتا۔ کوئی امید نظر نہیں آ رہی تھی۔ رجوعہ کے قریب کچھ مزدور سڑک بنا رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک کتاب ہمیں ملی ہے اور ایک ہم نے فلاں شخص کے پاس دیکھی ہے۔ چنانچہ ایک میل دُور اُس شخص کے گھر پہنچا۔ اُس کی ماں نے بڑی محبت سے بٹھایا اور گرم گرم دودھ پیش کیا جسے پی کر میری جان میں جان آئی کیونکہ میں صبح سے بھوکا پیاسا کتابوں کی پریشانی میں کھانا پینا سب بھول چکا تھا۔ دوسری کتاب بھی مل گئی اور اُس شخص نے کہا کہ دوسرے گاؤں کے سکول ہیڈ ماسٹر کو مل لیں ہوسکتا ہے وہ آپ کی کوئی مدد کردے کیونکہ سکول کی چھٹی کے وقت بچے اُس سڑک سے گزرتے ہیں۔ اُس کی ماں کو کافی تیز بخار تھا۔ مَیں نے اُس سے وعدہ کیا کہ مَیں لائل پور جا کر تمہیں گولیاں لا کر دوں گا۔ ہیڈ ماسٹر بہت ہی شریف انسان تھے۔ اُنہوں نے فوراً ہی سکول کے بچوں سے رابطہ کیا اور ساری کتابیں اسی گاؤں سے مل گئیں۔ مَیں نے ہیڈ ماسٹر صاحب سے اجازت چاہی کہ اب مَیں لائل پور سے اُس بوڑھی عورت کے لیے دوائی لے آؤں۔ یہ سن کر اُنہوں نے دوائی میرے ہاتھ پر رکھ دی اور کہا کہ رات کو یہاں آرام کریں اور صبح کو چلے جائیں۔ چنانچہ اگلی صبح بیمار خاتون کو دوائی دی۔ اور وہاں سے مکئی کی روٹی ساگ کے ساتھ کھا کر ربوہ چلا آیا۔ کتابوں کا ملنا ایک معجزہ سے کم نہیں تھا۔

۞ ایک روز حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی ذاتی ڈائری ٹھیک ہونے کے لیے آئی جس پر بہت سے لوگوں کے دعا کی غرض سے نام لکھے ہوئے تھے۔ مَیں نے نوٹ بک ٹھیک کر کے واپس کی۔ انہوں نے اجرت پوچھی تو مَیں نے عرض کیا کہ میرا نام بھی اُس دعائیہ فہرست میں لکھ لیں۔

کچھ عرصہ بعد مَیں نے خواب دیکھا کہ مفتی صاحب اپنی ڈائری کے ورق پلٹ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مَیں نے آپ کا نام انگریزی میں لکھ لیا ہے۔ جب یہ خواب مَیں نے حضرت مفتی صاحبؓ کو سنائی تو آپؓ نے فرمایا کہ آپ نے خواب میں 'محمد' اور 'صادق' کو دیکھا ہے۔ یہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا، یہ ہو کر رہے گا۔ چنانچہ بعد میں افریقہ اور لندن میں بے شمار جگہ خدا تعالیٰ نے میرا نام انگریزی میں لکھا ہوا دکھایا۔

۞ 1958ء میں خاکسار کو ایک پرانے واقف کار (غلام محمد کاشمیری) نے اپنا ایک خواب سنایا کہ میاں طاہر احمد خلیفہ بن گئے ہیں۔ یہ بات 24 سال بعد پوری ہوئی۔

۞ جلسہ سالانہ کے دوران ایک بار محترم عثمان چینی صاحب نے مجھے کہا کہ کھانے میں مرچیں بہت ہوتی ہیں، کیا میرے لئے بغیر مرچوں کا کھانا بن سکتا ہے۔ چنانچہ یہ کھانا بنوا دیا گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کا خرچ کیا آیا ہے؟ مَیں نے کہا کہ یہ تو مسیح موعودؑ کا لنگر ہے اس میں کوئی خرچ نہیں۔ وہ کہنے لگے کہ یہ کھانا تو لنگر کا نہیں ہے، یہ مَیں نے فرمائش کر کے بنوایا ہے اس لئے اس کے پیسے تو دینے ہی ہیں۔

۞ حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحبؓ جب نیروبی آئے تو مَیں نے آپ کو اپنا خواب سنایا کہ مَیں آپؓ کی ٹانگیں دبا رہا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا خواب تو ہم دونوں کے لئے ہی بہت اچھی ہے لیکن اس کی ضرورت نہیں کیونکہ مجھے دبوانا اچھا نہیں لگتا۔

پھر جب مَیں لندن آگیا تو اس خواب کی تعبیر ظاہر ہونے لگی۔ حضرت چودھری صاحبؓ کی کئی کتابوں کی جلد بندی کی مجھے توفیق ملی اور آپؓ کا پیار مجھ ناچیز سے بڑھتا گیا۔

ایک دن کسی کا نکاح تھا۔ آپؓ ہاتھ میں لڈو پکڑے، تلاش کرتے ہوئے آئے اور لڈو میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

ایک دن آپؓ نے مجھے اپنا بستر ٹھیک کرنے کو کہا۔ مَیں بہت خوش ہوا اور جلدی جلدی بستر ٹھیک کیا۔ مَیں نے دیکھا کہ آپؓ نے اپنی پتلون تہ کر کے تکیہ کے نیچے رکھی ہوئی تھی تاکہ اُس کی تہ ٹھیک رہے۔ بستر دیکھ کر آپؓ مسکرائے اور فرمایا لگتا ہے تمہارا بستر تمہاری بیوی ٹھیک کرتی ہے۔

ایک دن مَیں آپؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب تشریف لائے، جو بہت خوش نظر آرہے تھے۔ انہوں نے خوشخبری سنائی کہ اُن کو کوئی بہت بڑا اعزاز ملا ہے اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو اسی وقت مطلع کیا گیا۔ اُس وقت مجھے نوبل انعام کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ جب ڈاکٹر صاحب تشریف لے گئے تو پھر آپؓ نے مجھے نوبل انعام کے بارے میں تفصیل سے ساری بات سمجھائی۔

میرے ہاتھ کے بنے ہوئے پکوڑے آپؓ کو بہت پسند تھے۔ لیکن صرف ایک یا دو لیتے تھے اور اچھے مُرکُرے (Crispy) پکوڑے پسند فرماتے تھے۔

ایک دن فرمانے لگے: ''حسن صاحب! مجھے علم ہے کہ آپ میرے ساتھ بہت محبت کرتے ہیں۔ آج میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مَیں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں''۔ اسی محبت کے اظہار کی خاطر جب آپؓ آخری بار لندن سے پاکستان تشریف لے گئے تو اس عاجز کے لئے اپنا ایک استعمال شدہ سوٹ چھوڑ گئے۔

محترم شیخ محمد حسن صاحب کی وفات 5 فروری 2003ء کو ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

ان بزرگوں کا تذکرہ ہو تو یہ سلسلہ منقطع کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ لیکن ایک تو ہمارے محدود صفحات کچھ زیادہ قلمبند کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور دوسرے قارئین کے لئے تشنگی کا کچھ احساس باقی بھی رہنا چاہئے۔

اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے اُن شریف النفس، سادہ لوح اور دین العجائز پر قائم بزرگوں کے ساتھ گزارے ہوئے ایام بھی شدّت کے ساتھ یاد آئے اور یہ دعا دل سے بار بار اٹھی کہ خدا تعالیٰ اس پیاری جماعت کو ایسے پیارے نفوس عطا فرماتا چلا جائے جو بےنفسی کے ساتھ خدمت دین اور خدمتِ خلق کے لئے نئی نئی راہیں تلاش کریں، جن کی زندگیاں بھی اپنے ربّ کی محبت میں بسر ہوں اور اُن کا انجام بھی ہر پہلو سے بخیر ہو اور جن کی نیکیاں اُن کی آئندہ نسلوں میں ہمیشہ کے لئے چلتی چلی جائیں۔

نوٹ: اگر آپ بھی اپنی کسی پسندیدہ کتاب کا تعارف ''انصار ڈائجسٹ'' کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:
07947408144